امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

امریکی منافقانہ پالیسی کا ایک اور مظاہرہ

ماہنامہ شریعت

جلد 4 جمادی الثانی 1436ھ مطابق اپریل 2015ء شمارہ 2

ہجری شمسی سال کے مہینے حمل کی 16ویں تاریخ کو قندہار کے تاریخی اجتماع میں امیرالمومنین کے انتخاب کی 19 ویں سالگرہ کی مناسبت سے امارت اسلامیہ کے زعیم

عالیقدر امیرالمومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کے حالات زندگی پر نظر

اشرف غنی کا امریکی دورہ اور جارح فوجوں کی ستائش

شکست کس کا مقدر، امریکا یا طالبان؟

مذاکرت کی خبریں، جھوٹ یا حقیقت؟!

حوثی باغیوں کے ہاتھوں صنعا کا سقوط اور یمن کا تاریک مستقبل

شمالی علاقوں سے بھی مسلح لشکروں کا تقریبا خاتمہ کردیا ہے

قندوز کے جہادی سربراہ ملا عبدالسلام بریالی سے گفتگو

فرمان نبی کریم ﷺ

عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه انه سأل النبیَّ ﷺ عن افضل الایمان ، قال [ﷺ] ان تحب لله وتبغض لله وتُعْمل لسانک فی ذِکرالله، قال وماذایارسول الله، قال وان تحب للناس ماتحب لنفسک وتکره لهم ماتکره لنفسک [رواه احمد]

ترجمہ: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کسی سے تمہاری محبت ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے بغض و عداوت ہو اور دوسرے یہ کہ اپنی زبان کو تم اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رکھو، سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اور کیا یارسول اللہ [ﷺ] آپ ﷺ نے فرمایا: اور یہ کہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی وہی چاہو اور وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے اور چاہتے ہو اور ان کے لئے بھی ان چیزوں کو ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

فرمان امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

مشرق وسطیٰ کے واقعات اور تبدیلیوں کے متعلق کہنا چاہوں گا کہ عالمی قوتیں خطے کے عوام کو اپنی مرضی سے اپنے جائز خواہشات کی تکمیل کرنے دیں۔ یہ بات قابل توجیہ نہیں کہ عوامی تحریکوں پر دہشت گردی کا بے معنی الزام لگا کر ان پر بموں کی بارش کردی جائے یا ان سے جیلیں بھر دی جائیں۔ ایسی حرکتوں سے کوئی بھی کسی بھی قوم کے ارادوں کو شکست نہیں دے سکتا۔ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں اسرائیل کے غاصب درندوں نے سینکڑوں مظلوم فلسطینیوں کو شہید، زخمی اور بے گھر کردیا تھا۔ اس وحشیانہ عمل کی ہم شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور دنیا خصوصا اسلامی دنیا کے ممالک کو دعوت دیتے ہیں کہ ایسی واضح ظالمانہ کارروائیوں پر خاموشی انتہائی بڑی بے انصافی ہے اور اس میں ہم سب کا نقصان ہے۔ اس طرح کے بڑے مظالم کی روک تھام کے لیے فوری عملی اقدامات اٹھانے چاہیں۔ تاکہ خطے اور دنیا کا امن مزید خراب نہ ہو۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 4 جمادی الثانی 1436ھ بمطابق اپریل 2015ء شمارہ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
1	امریکی منافقانہ پالیسی کا ایک اور مظاہرہ	2
2	امارت اسلامیہ کے زعیم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کے حالات زندگی پر نظر	4
3	مذاکرت کی خبریں، جھوٹ یا حقیقت؟!	12
4	شہید سید عبد المالک آغا کی جہادی خدمات	15
5	حوثی باغیوں کے ہاتھوں صنعا کا سقوط اور یمن کا تاریک مستقبل	19
6	قندوز کے جہادی سربراہ ملا عبد السلام بریالی سے گفتگو	24
7	بلند آپریشن کی تباہیاں	27
8	ہمارے دینی اور افغانی اقدار پر حملوں کا تسلسل	29
9	اشرف غنی کا امریکی دورہ اور جارح فوجوں کی ستائش	30
10	شکست کس کا مقدر۔ امریکہ یا طالبان؟	31
11	یوکرائن اور اسلامی دنیا سے متعلق مغرب کی متضاد پالیسیاں	33
12	بس یہی تعاون!!!؟	34
13	ہندوستان کے مسلمان	35
14	لارنس آف اسلامیہ	36
15	افغان فوج میں دراڑ پڑنے کے قریب	38
16	افغانستان فروری 2015 میں	39
17	جنگی جرائم [فروری] 2015	43
18	جمادی الأولی کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	44

مدیر اعلیٰ
ولید افغان

نائب مدیر
شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ

مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30 ڈالر

بنگلہ دیش.........28 ڈالر

www.shahamat-urdu.com

shariatmagazine@yahoo.com

www.twitter.com/shariatmagazine

www.facebook.com/shariatmagazine

مدیر اعلیٰ

اداریہ

امریکی منافقانہ پالیسی کا ایک اور مظاہرہ

امریکہ نے ایک بار پھر افغانستان میں اپنی فوج کو باقی رکھنے کا فیصلہ کر کے اپنی منافقانہ روش اور طوطا چشمی کا کھل کر ثبوت فراہم کر دیا ہے۔

۲۰۱۲ میں جب امریکہ معاشی طور پر انتہائی نچلے سطح تک آ گیا تھا، امریکی قوم اس نتیجے پر پہنچ چکی تھی کہ افغانستان میں امریکہ کی سربراہی میں لڑی جانے والی جنگ میں مجاہدین کے ہاتھوں شکست یقینی ہے اس لئے امریکی قوم نے اپنی حکومت سے بارہا پرزور مطالبات کئے کہ افغانستان سے اپنی فوجیں فوری طور پر واپس بلائیں اور اس بے فائدہ اور لاحاصل جنگ میں خرچ ہونے والے اربوں ڈالرز امریکی معیشت کو سہارا دینے اور قوم کی ضروریات پوری کرنے میں صرف کئے جائیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب منتخب امریکی حکومت اپنی مدت پوری کر چکی تھی اور نئے صدارتی انتخابات کا اعلان کیا گیا تھا، اوبامہ بھی [دوسری بار] صدارتی امیدوار تھا اس لئے اس نے امریکی قوم کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے انتخابی کمپین کے دوران قوم کے ساتھ یہ وعدہ کیا کہ وہ دو سال کی قلیل مدت میں افغانستان سے اپنی فوجیں واپس امریکہ بلائے گا اور افغانستان میں جاری اس جنگ کا خاتمہ کر دے گا۔ اباما نے فوج کی انخلاء کے لئے 31، دسمبر 2014 کی تاریخ مقرر کرلی۔

عالمی میڈیا نے اوبامہ کی اس بات کو پلو سے باندھا اور بار بار نشر کرتا رہا کہ 2014 افغانستان میں امریکی فوجیوں کا آخری سال ہوگا، اس لئے کہ امریکہ افغانستان میں مزید اپنے مال و جان کو ضائع کرنا نہیں چاہتا البتہ اگر افغانستان کے ساتھ سٹریٹجک معاہدہ پر دستخط ہو جاتے ہیں تو امریکی فوجیوں کی ایک مخصوص تعداد افغانستان میں مقیم رہے گی جو کسی بھی قسم کی فوجی کارروائیوں میں حصہ نہیں لے گی ان کی ذمہ داری صرف افغان فورسز کو تربیت دینا ہوگی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ 2014 کا دسمبر گزر بھی گیا لیکن امریکی فوج ٹس سے مس نہ ہوئی۔ بلکہ اپنی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا استعمال کر کے افغانستان میں مزید قیام کے لئے سٹریٹجک معاہد کا ڈرامہ رچایا۔ کابل میں نئی حکومت بنتے ہی کٹھ پتلی سربراہان نے حلف برداری کے دوسرے دن انتہائی عجلت سے امریکہ کے ساتھ سٹریٹجک معاہدہ پر دستخط بھی کر لئے۔

معاہدہ میں درج تھا کہ افغانستان میں باقی رہ جانے والے فوجیوں کی تعداد صرف 9800 ہوگی۔ قوم کو بہلانے اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے یہ بات بڑے شد و مد کے ساتھ کی جا رہی تھی کہ فوجیوں کی یہ تعداد کسی بھی قسم کی جارحانہ کارروائی نہیں کرے گی لیکن امریکہ کی منافقت ملاحظہ فرمالیں کہ اس وقت کے امریکی وزیر دفاع چیک ہیگل نے جو ایک اچانک اور غیر علانیہ دورے پر کابل آئے ہوئے تھے 7 دسمبر کو ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ امریکہ نے اپنا پلان تبدیل کیا ہے اب ہمارے فوجی 2016 میں بھی افغانستان میں رہیں گے، ان کی تعداد 9800 نہیں بلکہ 10800 ہوگی۔

اس کے علاوہ امریکی صدر اباما نے سٹریٹجک معاہدہ کرتے وقت کھلے الفاظ میں کہا تھا کہ افغانستان میں موجود 10800 امریکی فوجی 2016 کے اختتام تک بلا قید و شرط کے افغانستان سے نکالے جائیں گے، لیکن 2015 کے شروع ہوتے ہی امریکہ نے اپنی خصلت وعادت کے مطابق ایک بار پھر دوغلی پالیسی اختیار کرتے ہوئے اپنے

وعدوں سے انحراف کیا اور اپنے مذموم عزائم و مقاصد کے حصول کے لئے افغانستان میں اپنے قیام کو طول دینے کے لئے حیلے بہانے تراشنا شروع کر دیئے ہیں۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ افغانستان میں نیٹو کے سربراہ امریکی جنرل، جنرل کمپبل نے امریکی حکومت سے افغانستان کے لئے مزید 2300 فوجی بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے۔

اور حالیہ دنوں میں نئے امریکی وزیر دفاع اشٹون کارٹر نے بھی کہا ہے کہ امریکی فوجیوں کی افغانستان سے انخلاء وقت اور حالات کے مطابق ہوگی [یعنی 2016 کے آخر تک انخلاء یقینی نہیں]۔ اباما نے بھی کارٹر کی بات کی تائید کی ہے اور وہائیٹ ہاؤس کے ترجمان جن ساکی نے کہا ہے کہ اگرچہ وہائٹ ہاؤس نے ابھی تک اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا ہے لیکن شائد اشرف غنی کے دورہ امریکہ میں صدر اوبامہ اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کر لے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کٹھ پتلی حکمران اشرف غنی امریکی فوجیوں کی افغانستان سے رخصتی کے حق میں نہیں لہذا فیصلہ یہی ہوگا کہ امریکہ کی مرضی ہے وہ جب تک چاہے افغانستان میں اپنی فوجیں رکھ سکتا ہے، اسے نہ اپنے کئے ہوئے وعدوں کی پرواہ ہے نہ معاہدوں کی پاسداری اس کے ہاں کوئی حیثیت رکھتی ہے اور نہ ہی دنیا میں کوئی ہے جو اس سے پوچھنے کی جرأت کر سکے کہ وہ کیوں بار بار اپنے وعدوں سے مکرتا اور معاہدوں کو توڑتا ہے؟

قارئین کرام! کیا اب یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کے وعدوں اور معاہدوں پر یقین کر کے کوئی فیصلہ کیا جائے؟ نہیں ہرگز نہیں!

ہم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہیں کہ امریکی ایک دھوکہ باز، فریبی، وعدہ خلاف، مکار اور ساتھ ساتھ انتہائی بزدل لوگ ہیں اس لئے ہم ان کے وعدوں اور معاہدوں پر یقین رکھتے ہیں، نہ ان سے وعدوں کو عملی جامہ پہنانے کی توقع رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے وعدوں اور معاہدوں کو خاطر میں لاتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ ساری تگ ودو، وعدے معاہدے دنیا کی آنکھوں دھول جھونکنا اور سادہ لوح لوگوں کو ورغلانے اور پھسلانے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم امریکیوں کے وقتی وعدوں سے خوش ہو کر ہم اپنے جاری مقدس جہاد کو روک لیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا دشمن جو مذموم مقاصد و اہداف لے کر افغانستان آیا تھا اور یہاں اربوں ڈالرز اور ہزاروں جانیں گنوائیں، ابھی تک انتہائی مکاری اور عیاری کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمیں یقین ہے کہ دشمن حوصلہ ہار چکا ہے اور دشمن کی فوج کلی طور پر میدان جنگ میں لڑنے سے قاصر ہے پھر بھی ہم دشمن کے ساتھ طویل جنگ کے لئے ذہناً تیار ہیں اور یہ کہ ہماری یہ جنگ ایک مقدس جنگ ہے جو کسی بھی مادی فوائد کے لئے نہیں اس لئے ہم نہ اس سے تھکنے والے ہیں اور نہ دشمن کے مقابلے میں حوصلہ ہارنے والے۔ اس لئے کہ ہم اس جہاد کو دین وملت کی دفاع کی خاطر اپنی اہم ذمہ داری سمجھتے ہوئے جاری رکھے ہوئے ہیں، جب تک ہمارا دشمن سرزمین افغانستان میں موجود رہے گا تب تک ہم اس جہاد کو جاری رکھیں گے۔ باقی نتائج کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ ہماری کوششوں، قربانیوں اور جذبوں کو ضائع نہیں کرے گا اور ان کے بدلے افغانستان، خطے اور پوری اسلامی دنیا کو اس مکار، جارح اور ظالم دشمن سے نجات دے لائے گا۔ ان شاء اللہ

ہجری شمسی سال کے مہینے حمل کی 16ویں تاریخ کو قندہار کے تاریخی اجتماع میں امیرالمومنین کے انتخاب کی 19 ویں سالگرہ کی مناسبت سے امارت اسلامیہ کے زعیم

عالیقدر امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

کے حالات زندگی پر نظر

الحمدللہ وکفی و الصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد :

ہجری شمسی سال 1375 کے ماہ حمل کی 16ویں تاریخ ہمارے مسلمان عوام کے لیے تاریخ کے اہم ترین ایام میں سے ہے۔ تقریباً دو عشرے قبل اسی روز افغانستان میں ڈیڑھ ہزار علماء کرام، مشائخ اور جہادی رہنماؤں نے امارت اسلامیہ کے زعیم کی حیثیت سے ملا محمد عمر (مجاہد) کی تائید وحمایت کی۔ امیر کی حیثیت سے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں امیر المومنین کا لقب دیا۔

یہ دن امارت اسلامیہ کے آفیشل کیلنڈر میں ایک تاریخی دن کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ گذشتہ سالوں میں بھی ثقافتی کمیشن کی جانب سے خصوصی مضامین اس دن کی مناسبت سے شائع کیے گئے۔

چونکہ بہت سے احباب خصوصاً تاریخ نگاروں اور تجزیہ کاروں کا پرزور اصرار تھا کہ امارت اسلامیہ کے زعیم کے مکمل حالات زندگی تحریری صورت میں شائع کی جائیں اس لیے ثقافتی کمیشن نے فیصلہ کیا کہ اس سال اس خصوصی دن کے موقع پر حضرت امیر المومنین ملا محمد عمر (مجاہد) حفظہ اللہ کے مکمل حالات زندگی تحریری صورت میں شائع کی جائیں۔

ملا محمد عمر مجاہد کی ذاتی زندگی کے احوال اور ان کی شخصیت کے حوالے سے کچھ نام نہاد تاریخ دانوں اور صحافیوں، اور کچھ حلقوں نے جھوٹی باتیں پھیلائیں اور غلط پروپیگنڈے کیے۔ ان کی غلط بیانیوں اور غلط پروپیگنڈے کی روک تھام اور صحافیوں، تجزیہ کاروں اور عام لوگوں کے سامنے ایک وضاحت کے طور پر ذیل کی سطروں میں عالیقدر امیر المومنین کے حالات زندگی پیش کر رہے ہیں۔

• پیدائش اور نسب:

ملا محمد عمر (مجاہد) کے والد کا نام مولوی غلام نبی، دادا کا نام مولوی محمد رسول اور پر دادا کا نام مولوی باز محمد تھا۔ ہجری شمسی سال 1339 بمطابق 1960 عیسوی افغانستان، صوبہ قندہار، ضلع خاکریز کے گاؤں چاہ ہمت کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ امیر المومنین کے والد مرحوم مولوی غلام نبی صاحب بھی یہیں خاکریز میں پیدا ہوئے تھے اور اسی علاقے میں مختلف حلقہ ہائے دروس میں دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ اسی علاقے میں دینی علوم کی تدریس اور وعظ ونصیحت کے باعث لوگوں میں ایک علمی اور سماجی شخصیت کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کی پیدائش کے دو سال بعد ان کے والد ضلع خاکریز سے قندہار ہی کے ضلع ڈنڈ نودی گاؤں منتقل ہوگئے اور آخر تک وہیں پر لوگوں کی دینی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے۔ ان کا انتقال یہیں پر ہجری شمسی سال 1344 بمطابق 1965 عیسوی کو ہوا۔ ان کی تدفین قندہار ہی میں طلبہ کے مشہور پرانے قبرستان میں کی گئی۔

ملا محمد عمر (مجاہد) اپنے والد کی وفات کے بعد پانچ سال کی عمر میں اپنے خاندان کے

ساتھ قندھار ضلع ڈنڈ سے اروزگان ضلع دہراود بھیجے گئے جہاں اپنے چچاوں مولوی محمد انور اور مولوی محمد جمعہ کی زیر سرپرستی ان کی زندگی کے ابتدائی مراحل طے ہونے لگے۔

• تعلیم :

ملا محمد عمر (مجاہد) آٹھ سال کی عمر میں دینی علوم کے حصول کے لیے اروزگان ضلع دہراود کے شہر کہنہ کے علاقے میں ابتدائی دینی علوم کے ایک مدرسے میں داخل ہوئے۔ مدرسے کے سرپرست ملا محمد عمر (مجاہد) کے چچا مولوی محمد جمعہ صاحب ہی تھا۔ ملا محمد عمر (مجاہد) نے بھی اپنی ابتدائی تعلیم انہیں سے ہی حاصل کی۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کے دونوں چچاوں اور خصوصا مولوی محمد انور نے ان کی دینی تربیت میں خاص کردار ادا کیا۔

ملا محمد عمر (مجاہد) نے اپنی ابتدائی اور متوسطہ سطح کی تعلیم اسی مدرسے میں حاصل کی۔ اور اٹھارہ سال کی عمر میں افغانستان میں مروجہ اعلی دینی علوم کے حصول کا آغاز کیا۔ مگر اعلی دینی علوم کے حصول کے مرحلے پر 1978ء بمطابق 1357 ہجری شمسی کو افغانستان میں کیمونسٹوں کو اقتدار ملنے کے باعث ان کے حصول علم کا سلسلہ ادھورارہ گیا۔

• خاندان:

قبیلے کے لحاظ سے ملا محمد عمر (مجاہد) کا تعلق پشتون قبیلے ھوتک کی شاخ تومزی سے تھا۔ ھوتک پشتون قبیلے کی ایک بڑی شاخ ہے۔ معاصر افغانستان کی تاریخ میں معروف اسلامی شخصیت حاجی میرویس خان ھوتک کے جیسے اسلام پسند، مدبر، قومی اور جہادی رہنما کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔

عظیم فاتح حاجی میرویس خان ھوتک رحمہ اللہ جسے افغان عوام احترام سے میرویس نیکہ کے قابل فخر نام سے یاد کرتے ہیں انہوں نے 1880 میں افغانستان کو صفوی ظالموں سے آزادی دلائی اور افغانوں کے لیے ایک آزاد اور خود مختار اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کا خاندان پیشے کے اعتبار سے ہمیشہ علماء اور دینی مدارس کے مدرسین رہے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالی کے دین کی خدمت، شرعی علوم کی تدریس اور مسلمانوں کی دینی اور فکری تربیت کے لیے وقف رکھی۔ اسی لیے انہیں اپنے علاقے میں بھرپور مقبولیت حاصل رہی۔ اور روحانی اعتبار سے معاشرے کی سب سے باوقار اور اجتماعی حیثیت رکھنے والی شخصیات رہیں۔ اس طرح کے علمی اور روحانی ماحول میں ملا محمد عمر کی پیدائش اور پھر علمی وفکری مربیین کی مسلسل نگرانی میں ان کی نشونمانے انہیں جہادی اور فکری لحاظ سے یہ صلاحیت بخشی کہ افغان معاشرے کے دیگر افراد میں سے ایک مخلص مجاہد، جان پرسوز، بااحساس اسلامی اور قومی شخصیت کے طور پر نمایاں ہوکر ابھرتے۔ اور اپنے جہادی اوراصلاحی کوششوں کے ذریعے اپنے معاشرے کو کرپشن، ظلم اور بے انصافی سے پاک کرتے اور اس ملک کو جو شکست وریخت کے دہلیز پر تھا اسے بچاتے۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کا خاندان، بھائی اور چچا سب مجاہدین رہے ہیں۔ اور اب تک ان کی خاندان کے چار افراد شہید ہو چکے ہیں۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کے پہلے روز 7 اکتوبر 2001 کو ملا محمد عمر کے چچا ملا محمد حنفیا وہ پہلے شخص تھے جو امریکی جارحیت پسندوں کی بے رحمانہ بمباری میں شہید ہوگئے۔

• جہادی اور تحریکی زندگی:

ملا محمد عمر مجاہد اپنی زندگی کے تیسرے عشرے میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ افغانستان میں کیمونسٹوں نے فوجی بغاوت کے ذریعے اقتدار حاصل کیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ اب ملا محمد عمر کی طرح ملک کے دیگر نوجوانوں کو بھی اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا مشکل ہوگیا۔ کیوں کہ ملحد کیمونسٹوں کا پہلا مقابلہ پورے ملک کی سطح پر علماء اور طلبہ سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ملا محمد عمر (مجاہد) نے بھی ضروری سمجھا کہ اپنی دینی تعلیم ادھوری چھوڑ کر اپنی شرعی ذمہ داری نبھانے کے لیے مدرسہ چھوڑ کر جہادی محاذ کا رخ کریں۔

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنا جہادی سلسلہ اروزگان ضلع دہراوود میں حرکت انقلاب اسلامی کی تنظیم میں شروع کیا۔ اس ضلع میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد وہ صوبہ اروزگان کی سطح پر ایک معروف جہادی رہنما کی حیثیت سے ابھرے۔ انہوں نے اس صوبے کے مختلف حصوں میں کیمونسٹوں کے خلاف متعدد عسکری کارروائیوں میں فعال کردار ادا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی اس جہادی شہرت اور جہادی کارروائیوں میں قابل ذکر کردار کی وجہ سے وہ مجاہدین میں اتنے مقبول اور پہچانے جانے لگے کہ ضلع دہراوود میں جب مختلف علاقوں کے مجاہدین نے دشمن

کے خلاف وسیع پیمانے پر گروپ حملوں کا منصوبہ بنایا تو تمام جہادی محاذوں سے آئے مجاہدین کے عمومی گروپ کمانڈر ملا محمد عمر (مجاہد) ہی کو متیعن کیا گیا۔ ان کارروائیوں میں بھی انہوں نے بھرپور کامیابی دکھائی۔ انہیں جنگوں وہ پہلی مرتبہ زخمی ہوئے۔ انہوں نے تین سال سے زیادہ عرصہ اپنے علاقے کے مجاہدین کے ساتھ روسیوں اور کمیونسٹوں کے خلاف آمنے سامنے جنگوں میں شرکت کی۔

ملا محمد عمر کے محاذ کے ساتھی اور قائدین کہتے ہیں کہ ملا محمد عمر (مجاہد) اخوند اس وقت یعنی جہاد کے آغاز میں باوجود اس کے کہ کم عمر تھے۔ مگر ہر طرح کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی صلاحیت اور استعداد رکھتے تھے اور بہت اچھی صحت اور طاقت کے مالک تھے۔

اس کے بعد 1983ء میں اپنے جہادی ساتھیوں کے ساتھ جہادی سرگرمیوں کی نئی صف بندی اور تنظیم سازی کے لیے قندہار کے ضلع میوند گئے اور وہاں حرکت انقلاب اسلامی کے مشہور جہادی کمانڈر فیض اللہ اخندزادہ کے محاذ روسی جارحیت پسندوں اور ان کے کمیونسٹ کٹھ پتلیوں کے خلاف مسلح جہاد جاری رکھا۔ قندہار میں بھی بے شمار جہادی کارروائیوں میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ فوجی تیکنیکوں میں اچھی مہارت اور شہرت کے باعث علاقائی جہادی کمانڈروں کی سطح پر جہادی تنظیموں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اور اس طرح انہیں مولوی محمد نبی محمدی کی قیادت میں حرکت انقلاب اسلامی کی تنظیم کی جانب سے انہیں مستقل گروپ اور محاذ دیا گیا جس کے وہ کمانڈر بنائے گئے۔

1983 سے 1991 تک ملا محمد عمر (مجاہد) صوبہ قندہار میں ژڑی، میوند، پنجوائی اور ڈنڈ کے اضلاع جو سوویت فوجیوں کے مراکز سمجھے جاتے تھے ان کے مضافات میں تقریبا روزانہ جہادی کارروائیاں کرتے رہے۔ روز دشمن سے مڈ بھیڑ ہوتی۔ اسی طرح صوبہ زابل ضلع شہر صفا اور مرکز قلات کے مضافاتی علاقوں میں کابل قندہار شاہراہ پر روسی جارحیت پسندوں کے خلاف قابل ذکر کارروائیاں کیں۔ جس میں وہ بذات خود شریک رہے۔ ملا محمد عمر (مجاہد) کا سب سے پسندیدہ اسلحہ جسے وہ روسی ٹینکوں کے خلاف استعمال کرتے انتہائی موثر ہتھیار «R.P.G.7» تھا۔ جسے مجاہدین راکٹ کے نام سے جانتے تھے۔ انہیں راکٹ کے چلانے میں انتہائی مہارت بھی حاصل تھی۔ یاد رہے قندہار خصوصا میوند، ژڑی اور پنجوائی کے علاقے کمیونزم کے خلاف جہاد میں وہ علاقے تھے جن کا روسی شکست میں محوری اور مرکزی کردار تھا۔ اس علاقے میں قندہار ہرات شاہراہ پر کمیونسٹوں کے اتنے زیادہ ٹینک اور گاڑیاں تباہ ہوئی تھیں کہ سڑک کے دونوں کناروں پر دشمن نے مجاہدین کے حملوں سے بچنے کے لیے ان تباہ شدہ گاڑیوں اور ٹینکوں کی دیوار سی بنالی تھی۔

ملا محمد عمر (مجاہد) سوویت فوجیوں کے خلاف براہ راست کارروائیوں اور جنگوں میں 4 مرتبہ زخمی ہوئے اور آخری بار زخمی ہوئے تو ان کی داہنی آنکھ بھی ضائع ہوگئی۔

ملا محمد عمر (مجاہد) قندہار اور پڑوسی صوبوں کی سطح پر روسی جارحیت پسندوں اور داخلی کیمونسٹوں کے خلاف جہاد میں ایک نمایاں کمانڈر رہے۔ جنہوں نے بہت سی جہادی کارروائیوں میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ذیل میں روس کے خلاف جہاد کے دوران ان کے ساتھیوں کی زبانی چند واقعات کا تذکرہ بطور مثال کریں گے۔

1: صوبہ قندہار میں دشمن کی ایک نہایت اہم پوسٹ جسے "بدوانو پوسٹ" کہا جاتا تھا۔ اس پوسٹ کے ساتھ انتہائی حساس اور مضبوط جگہ پر دشمن نے ایک ٹینک کھڑا کیا تھا جس کی گولہ باری سے مجاہدین بہت تکلیف میں تھے۔ مجاہدین نے کئی بار کوشش کی کہ اس ٹینک کو گولے سے اڑادیں اور مجاہدین کو اس کی شر سے نجات دلادیں مگر بار بار کوششوں کے باوجود ایسا نہ ہوسکا۔ مجاہدین نے مدد کے لیے سنگ حصار سے ملا محمد عمر (مجاہد) کو بلایا۔ بالآخر ملا محمد عمر (مجاہد) نے اپنے آر پی جی راکٹ سے اس ٹینک کو "بدوانو پوسٹ" کے ٹینک کے نام سے مشہور تھا نشانہ بنایا۔ اس ٹینک کی تباہی اس وقت مجاہدین کی بہت بڑی کامیابی سمجھی گئی۔

2: روس کے خلاف جہاد کے دوران قندہار محلہ جات کے علاقے میں ایک مرتبہ روسیوں سے آمنے سامنے لڑائی میں ایک اور ممتاز مجاہد ملا عبیداللہ اخند جو بعد امارت اسلامیہ کے وزیر دفاع امریکی جارحیت کے بعد امیر المومنین کے نائب رہے ان کے ساتھ مل کر ملا محمد عمر (مجاہد) نے دشمن کے اتنے ٹینک اور گاڑیاں تباہ کیں کہ اگلے دن دور سے جلے ہوئے گاڑیوں اور ٹینکوں کی قطاریں دیکھ کر دیکھنے والے یہ سمجھتے تھے کہ روسیوں کی کانوائے ابھی تک وہی کھڑی ہے اور روسی ابھی گئے نہیں ہیں۔ حالانکہ کانوائے کی اکثر گاڑیاں جل کر راکھ ہوگئی تھیں اور بقیہ فوجی اور کانوائے واپس پیچھے کی جانب اپنے مراکز کی طرف لوٹ گئے تھے۔

3: روس کے خلاف جہاد کے دوران قندہار ہرات شاہراہ پر ضلع ژڑی میں سنگ حصار کے علاقے میں روسی ٹینک گذر رہے تھے۔ اس وقت ملا محمد عمر کے ساتھ ان کے ساتھی اور بعد میں امارت اسلامیہ کے نائب مقرر ہونے والے نمایاں کمانڈر ملا برادر اخوند ان کے ساتھ تھے۔ روسی قافلے پر حملے کے لیے ان کے پاس آر پی جی کے صرف 4 گولے تھے۔ انہوں نے انہیں چار گولوں سے دشمن کے خلاف جنگ

شروع کی اور راکٹ کے چار گولوں سے چار روسی ٹینکوں کو تباہ کرڈالا۔

4: ملا بر ادر اخوند جو جہادی سفروں میں ملا عمر کے قریب رہے کہتے ہیں کہ ملا صاحب نے اتنے زیادہ روسی ٹینک تباہ کیے ہیں کہ کثرت تعداد کی وجہ سے ساتھی اس کی صحیح گنتی نہیں کرسکتے تھے۔

1991 میں ڈاکٹر نجیب کی کیمونسٹ حکومت کے خاتمے اور ملک میں تنظیمی جھگڑوں کے آغاز کے ساتھ دیگر مخلص مجاہدین سمیت ملا محمد عمر (مجاہد) نے اپنا اسلحہ اتارا اور اپنے جہادی خطے قندہار ضلع میوند سنگ حصار میں گیشانو گاوں میں حاجی ابراہیم مسجد کے ساتھ ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور اسی مدرسے میں رہنے لگے۔ مشکلات اور مصائب سے بھرپور 14 سالہ دور جہاد کے بعد ایک بار پھر اپنے چند مجاہدین ساتھیوں کے ساتھ اپنے ادھورے حصول علم کے سلسلے کی تکمیل کرنے لگے۔ یہ وہ وقت تھا جب کابل سمیت پورا ملک بے مقصد تنظیمی جھگڑوں میں جل رہا تھا۔ کچھ تنظیمی جنگجوؤں نے اپنے ذاتی مقاصد اور ہوس کے حصول کے لیے جہاد کے ذریعے حاصل کی ہوئی مقدس منزل ادھوری چھوڑدی اور ڈیڑھ ملین افغان شہداء کی پاکیزہ خواہشات یوں ہی پامال کردیں۔

فساد اور جنگجوں کے خلاف قیام اور امارت اسلامیہ کی تاسیس:

کیمونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد بجائے اس کے اسلامی نظام کی تاسیس کی جاتی اور مجاہد عوام کے سالہاسال کی خواہشات کی تکمیل ہو جاتی ان کے درمیان آپس کی جنگیں شروع ہوگئیں۔ مخلص اور حقیقی مجاہدین کو ایک منظم سازش کے تحت کمزور کردیا گیا یا کونے سے لگایا گیا۔ کچھ جہادی تنظیمی رہنماوں نے کچھ ایسے کیمونسٹ رہنما جن کا بجائے اس کے کہ ان کا محاسبہ کرتے انہیں اپنے ساتھ ملایا اور دیگر کچھ رہنماوں نے عوام میں لوٹ مار اور ان کو بے آبرو کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ملکی خزانے اور مشترکہ قومی وسائل کی لوٹ مار کی۔

اس طرح پورے ملک میں خانہ جنگی، فسادات اور لوٹ مار کا ایسا دور آگیا کہ شاید افغان عوام اس سے قبل اس کی مثال نہ دیکھی ہو۔ مومن عوام کی جان، مال اور ناموس کو ہر وقت خطرات کا سامنا ہونے لگا۔ ملک کی شاہراہوں اور چھوٹی سڑکوں پر خودسر، جاہل اور رذیل صفت جنگجوؤں نے بیریئر اور پھاٹک بناڈالے۔ ہر ایک اپنی مرضی سے بے کس اور بے سہارا عوام سے نہ صرف یہ کہ پیسے لوٹتا بلکہ عوام کی عزت اور ناموس کی بھی کوئی پروانہ کرتا۔ ملک کے قومی ذخائر، مادی اور روحانی سرمائے، جہادی غنیمتوں حتی کہ ملک کے جنگلات اور معدنی ذخائر کا ایسا لوٹ مار کیا گیا جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ مومن اور مجاہد عوام جنہوں نے 14 سال تک جہاد کیا تھا نہ صرف یہ کہ جہاد کے ثمرات سے محروم کیے گئے بلکہ روزانہ کی بنیاد پر ان کی زندگیاں خطرات سے دوچار ہوگئیں۔

ہنگاموں اور فتنوں کے باعث معاشرتی فساد، قتل وقتال، لوٹ مار، مظالم، وحشتیں اور مسلمانوں کی تکالیف لحہ بلحہ بڑھ رہی تھیں۔ ان حالات نے ان حقیقی مجاہدین کو جنہوں نے ملک کی آزادی اور سربلندی کے لیے لڑائی کی تھی شدید اذیت میں ڈال رکھا تھا۔

ملا محمد عمر (مجاہد) جو اس وقت اپنے مجاہدین ساتھیوں کے ساتھ قندہار ضلع میوند میں رہ رہے تھے۔ دیگر مجاہدین کی طرح وہ بھی گہری نظر سے حالات کو دیکھ رہے تھے۔ حالات نے انہیں بھی بہت زیادہ متفکر کردیا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ قندہار ہرات شاہراہ پر قدم بقدم پھاٹک بنادیے گئے ہیں اور سارا سارا دن ملک کے مظلوم مسافر، خواتین، بوڑھے اور بچے ان بداخلاق اور جاہل جنگجوؤں کے ہاتھوں لوٹے جاتے ہیں۔ ان کی عصمت دری ہوتی ہے۔ اس دور میں قندہار میں ظالمانہ ٹیکس کے پھاٹک اتنے زیادہ ہوگئے تھے کہ جو لوگ ہرات سے قندہار ضلع ویش بارڈر تک سامان لے کر جاتے وہ اپنا سامان ہرات سے لاکر میوند میں اتارتے اور عام شاہراہ کی بجائے ریگستانوں کے راستے انتہائی تکلیف سے ویش بارڈر تک پہنچاتے۔ تاکہ ان پھاٹکوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

ملا محمد عمر (مجاہد) اور ان کے مجاہد ساتھیوں کو قندہار کے حالات بھی معلوم تھے۔ جہاں خودسر مسلح لوگوں نے شہر کو گلی گلی آپس میں تقسیم کیا تھا۔ بیت المال کی املاک کو ہمیشہ لوٹ کر بیچ دیا جاتا۔ حکومتی زمینوں پر ذاتی مارکیٹیں قائم کی گئیں ۔اس کے باوجود وہ آپس میں ہمیشہ لڑتے رہتے جس میں اکثر اوقات عوام نشانہ بنتے۔

اسی فساد نے جس کا کوئی خاتمہ بھی نظر نہ آتا تھا مجاہدین کو اس بات پر مجبور کردیا کہ فسادات کے خاتمے اور عوام کے جان ومال کے تحفظ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی استطاعت کے مطابق ہمت سے کام سے لیں۔ مجاہدین نے آپس میں مشاورتیں اور اجلاس بلائے۔ ملا محمد عمر (مجاہد) ین اوران کے ساتھیوں نے

پہلا اجتماع قندہار ضلع پنجوائی کے علاقے زنگاوات میں علاقے کے مشہور علماء اور مشائخ کے ساتھ منعقد کیا۔ روس کے خلاف جہاد کے دور میں مجاہدین کے عمومی قاضی مولوی سید محمد صاحب (جو مولوی پاسنی کے نام سے مشہور تھے) نے ملا محمد عمر (مجاہد) سے کہا کہ وہ فساد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں ہم سب تمھاری حمایت کریں گے۔ اسی اجلاس میں ملا محمد عمر (مجاہد) نے اسلامی تحریک کی بنیاد رکھی اور 15 محرم الحرام 1451ھ کو فساد اور ظلم کے خلاف جنگ کی بنیاد رکھی۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کی قیادت میں اسلامی تحریک نے فساد اور ظلم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ جس کی پکار پر عوام اور حقیقی مجاہدین نے وسیع پیمانے پر لبیک کہا۔ پہلے قندہار اور پھر افغانستان کے اکثر حصوں سے فسادیوں اور مسلح لوگوں کا صفایا کیا۔ اس وقت جب ملک کے اکثر حصے طالبان کے زیر تسلط آ گئے تھے 15 ذی قعدہ 1416 کو افغانستان بھر کے علماء کرام کا ایک اجتماع جن کی تعداد 1500 تھی قندہار میں منعقد کیا گیا جس میں تمام علماء نے متفقہ طور پر ملا محمد عمر (مجاہد) کے امارت کی تائید کی اور انہیں امیر المومنین کا خطاب دیا۔ 1375 ہجری شمسی سال کے میزان کی چھ تاریخ کو افغانستان کا دارالحکومت کابل بھی امارت اسلامیہ کے زیر تسلط آ گیا۔ جس کے بعد افغانستان کے تمام مرکزی اور شمالی علاقوں سمیت 95 فیصد علاقے میں امارت اسلامیہ کی حاکمیت مضبوط ہو گئی۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کی قیادت میں امارت اسلامیہ افغانستان نے افغانستان میں شریعت کی بنیادوں پر قائم اسلامی نظام قائم کیا۔ جہاں ایک طویل عرصے بعد ایک بار پھر اسلامی نظام کے قیام کی ایک زندہ مثال پیش کی۔ ملک کو شکست وریخت اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچایا۔ عام لوگوں سے اسلحہ چھین کر ملک کو اسلحہ سے پاک کیا گیا اور اس طرح ایک بے مثال امن قائم کیا گیا۔ حالانکہ اقوام متحدہ سمیت پوری دنیا اس سے گھبرا رہی تھی۔ عالمی کفر کی جابر قوتوں سے شریعت اور امارت کی یہ حکومت برداشت نہ ہو سکی اس لیے اس کے خلاف دشمنی پر مبنی موقف اختیار کیا گیا اور بے جا طور پر بہانے تراشنے کی کوشش کی گئی۔ یہاں تک کہ آخر کار اس ملک پر مشترکہ فوجی جارحیت اور حملہ کیا گیا۔

• ملا محمدعمر مجاہد کی قائدانہ شخصیت:

ملا محمد عمر (مجاہد) ایک قائدانہ شخصیت کے مالک اور اپنی ایک خاص طبیعت اور سلیقہ رکھتے ہیں۔ انہیں دنیا بھر کے دیگر حکام اور بلند مرتبت شخصیات کے برعکس خود نمائی اور دکھلاوے سے شدید نفرت ہے۔ بے ضرورت گفتگو نہیں کرتے۔ مگر ضرورت کے وقت ان کی باتیں انتہائی پختہ، سوچی سمجھی اور معقول ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر افغانستان پر امریکی جارحیت کے آغاز کے موقع پر امارت اسلامیہ کے خاتمے اور پروپیگنڈے کے ذریعے مجاہدین کا حوصلہ کمزور کرنے کے لیے امریکا کی کوششیں انتہائی تیزی سے جاری تھیں۔ پوری مغربی دنیا کی ذرائع ابلاغ اور ریڈیو اور ٹی وی چینلز اسی کام کے لیے وقف کر دیے گئے تھے۔

مگر ملا محمد عمر (مجاہد) نے ان تمام شیطانی پروپیگنڈوں اور دشمن کی تمام کوششوں کے مقابلے میں انتہائی اطمینان، پر اعتماد لہجے اور پر عزم حوصلہ کے ساتھ سادہ اور عام فہم الفاظ میں اپنی قوم کو اطمینان دلایا اور معنی خیز پیغام دیا کہ: "اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالی کے لیے امریکا اور ایک چیونٹی دونوں ایک برابر ہیں۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ امارت اسلامیہ ایسا نظام نہیں کہ اس کا امیر ظاہر شاہ (افغانستان کے سابق بادشاہ) کی طرح روم چلا جائے گا اور فوج تمھارے سامنے ہتھیار ڈال دے گی۔ بلکہ یہ جہاد کے منظم محاذ ہیں اگر تم شہروں اور دارالحکومت پر قابض ہو بھی جاو۔ اسلامی حکومت کو گرا بھی دو تو ہمارے مجاہدین دیہاتوں اور پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔ تب پھر تم کیا کرو گے؟ پھر کمیونسٹوں کی طرح ہر جگہ مارے جاو گے۔ تم جان لو کہ بدانتظامی اور جنگ پیدا کرنا آسان ہے مگر اس بدانتظامی اور جنگ کا خاتمہ کرنا اور ایک نظام قائم کرنا بہت مشکل ہے۔ موت برحق ہے اور سب کو آئے گی، امریکا کی حمایت میں بے ایمانی اور بے غیرتی کی حالت میں موت آئے تو اچھا ہو گا یا اسلام میں، ایمان کے ساتھ اور غیرت کی حالت میں آئے زیادہ بہتر ہو گا؟

ممکن ہے اس وقت بہت سے لوگ ملا محمد عمر (مجاہد) کا یہ خالص عقیدے پر مبنی بیان بہت سے لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا ہو مگر ابھی جب اس غیر متوازن جنگ کو تقریبا چودہ سال ہو رہے ہیں اور امریکا سمیت ناٹو اتحاد اور ان کے دیگر تمام اتحادی ملا محمد عمر کے تہی دست مگر اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم مجاہدین کے مقابلے میں واضح طور پر شکست کھا رہے ہیں۔ حضرت کے اس تاریخی بیان کی حقیقت کو اب سمجھ چکے ہوں گے۔

اسی طرح انہوں نے امریکی جارحیت کے آغاز میں افغان عوام سے ایک ریڈیو خطاب میں جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا": اسلحہ موت دے سکتا ہے مگر موت سے بچا نہیں سکتا"۔ یہ جملہ اس

وقت کچھ لوگوں کو ایک بے مفہوم ترکیب نظر آرہی تھی مگر آج تیرہ سالوں میں اس مضمون کا عینی مصداق عالمی دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ جارح قوتوں نے اپنی جدید ٹیکنالوجی اور اسلحہ سے بہت سے لوگوں کو مارا مگر اپنے آپ کو موت سے نہیں بچاسکے اور تیرہ سال سے مسلسل ملا محمد عمر (مجاہد) کی قیادت میں غیور مجاہدین کے ہاتھوں مر رہے ہیں، زخمی ہو رہے ہیں یا گرفتار کیے جارہے ہیں۔

اور یہ ایک عینی واقعہ ہے کہ اب جدید وسائل اور ٹیکنالوجی سے مسلح مغرور قوتیں بھی افغانستان میں اپنے ہزاروں فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کررہی ہیں۔

ان کے خیال میں زیادہ بولنے سے کم عمل زیادہ اچھا ہے۔ ان کی زندگی تکلفات سے پاک ہے۔ ان کی سادگی اور بے تکلفی ان کی زندگی کے تمام پہلو پر حاوی ہے۔ سادہ لباس، سادہ خوراک، بے تکلف گفتگو، بے تکلف اٹھنا بیٹھنا ان کی فطری عادات ہیں۔ تکلف، متکلف شخص اور متکلفانہ چال چلن انہیں بالکل پسند نہیں۔

وہ دوٹوک پن، تدبر اور اخلاص کو کام کی ترقی کے بنیادی اسباب قرار دیتے ہیں اور ساتھیوں میں انہیں وہ شخص پسند ہوتا ہے جو مدبر مخلص اور صاف گو ہو۔

اسی طرح انہوں نے مشکلات، مصائب اور آزمائشوں کا خود کو عادی بنادیا ہے۔ ہر طرح کے بڑے حادثے اور مشکلات میں ان کا رد عمل معمول کا سا ہوتا ہے۔ خوف اور گھبراہٹ ان کے دل میں نہیں گذرتی۔ خوشی اور پریشانی، کامیابی اور ناکامی ہر حال میں خود پر بہت زیادہ کنٹرول رکھتے ہیں مطمئن رہتے ہیں۔

علماء اور بزرگوں کا احترام کرتے ہیں۔ سنجیدگی، وقار، حیاء، ادب، متقابل احترام، ہمدردی، ترحم اور اخلاص ان کے طبعی خصائل ہیں۔ مضبوط عزم اور تمام امور میں ایک اللہ پر توکل اور اللہ تعالی کی قائم کردہ اقدار پر سچا اعتماد ان کی زندگی کی خاص خصوصیات ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انکے ماننے والوں اور مجاہدین کے دل میں ان کے لیے ایسی محبت موجود ہے جس کا تعلق نہ ظاہری منصب کے ساتھ ہے اور نہ مادی وسائل کے ساتھ۔ ابھی جب جارحیت پسندوں کی جانب سے افغانستان پر قبضہ کے تیرہ سال گذر چکے ہیں ان کی قیادت میں کام کرنے والے عام مجاہدین انہیں بالمشافہہ دیکھے بغیر صرف ان کے صوتی اور مکتوباتی حکم کا اس قدر احترام کرتے ہیں کہ اس کی تعمیل کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔

عالم اسلام کے مسائل کے حوالے سے اہتمام

ملا محمد عمر (مجاہد) تحریک اسلامی طالبان کے موسس اور مسلمانوں کے ایک رہنما کی حیثیت سے امت مسلمہ کے مسائل کے حوالے سے خاص اہتمام کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصی اور فلسطینی مسلمانوں کے برحق موقف اور دنیا بھر میں دیگر اس طرح کے مقامات پر عالم اسلام کے موقف کا انہوں نے ہمیشہ دفاع کیا ہے۔ وہ غاصب صہیونیوں سے مسجد اقصی کی آزادی ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

ملا محمد عمر (مجاہد) امت مسلمہ کے درد سے دردمند رہنما ہیں۔ مسلمان بھائیوں کے ساتھ اخوت، ہمدردی، ایثار اور تعاون صرف ان کا نعرہ نہیں بلکہ ہمیشہ اس دعوی کو انہوں نے ہمیشہ عملا ثابت کیا ہے۔

عقیدہ اور فکری نمو

ملا محمد عمر (مجاہد) عقیدے کے اعتبار سے مسلمانوں کے اہل سنۃ والجماعۃ کے منہج کے راہرو حنفی مسلک کے مقلد ہیں۔

خرافات اور بدعات کے سخت مخالف ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان مذہبی، فکری اور تنظیمی اختلافات انہیں بالکل پسند نہیں ہیں۔ اپنے مجاہدین اور اور تمام مسلمانوں کو آپس میں اسلامی اتحاد اور فکری ہم آہنگی کی بنیادیں مضبوط کرنے کی نصیحت اور تاکید کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان عقیدے کا اتحاد اور یگانگت وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے نقش قدم پر چلنا امت مسلمہ کے نجات کا واحد راستہ قرار دیتے ہیں۔

ذاتی زندگی

ملا محمد عمر (مجاہد) کی زندگی کا اکثر حصہ دینی علوم کے حصول، مطالعہ، جہاد، دعوت اور اسلام کی خدمت میں گذارا۔ افغانستان کے معاصر حکام میں سے شاید سب سے زیادہ غریب اور بیت المال کا مال استعمال نہ کرنے والے شخص ہیں۔ کیوں کہ نہ گذشتہ جہاد کے دور میں انہوں نے اپنے جہادی اثرورسوخ کو بروئے کار لا کر اپنی ذاتی زندگی کے لیے کچھ حاصل کیا اور نہ افغانستان پر امارت اسلامیہ کے 7 سالہ دور حکومت میں ایسی کوئی اقدام کیا۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کے پاس ملکیتی کوئی مکان نہیں اور نہ ہی بیرون ممالک کی بینکوں میں ان کی کوئی نقد رقم رکھی ہوئی ہے۔

1999 میں اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کی جانب سے افغانستان پر ظالمانہ یک طرفہ اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں اور بیرون ممالک کے بینکوں میں طالبان قائدین کے مالی حساب کتاب کی جانچ پڑتال کا حکم دیا گیا۔ ملا محمد عمر مجاہد امارت اسلامیہ کے امیر کے طور پر امارت اسلامیہ کے سب سے بڑے رہنما تھے، ان کے ذاتی یا فرضی کسی نام سے افغانستان کے باہر یا اندر کسی بینک میں کوئی اکاؤنٹ موجود نہیں تھا۔

امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں ان کا رہائشی مکان دشمنوں کی جانب سے خطرناک حملوں کا نشانہ بنا۔ جس سے ان کے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر لوگ بھی شہید ہوئے۔ اس لیے امارت اسلامیہ کے کچھ رہنماوں نے ان کی حفاظت کی خاطر قندہار شہر کے شمال مغرب میں "باباصاحب کوتل" کے زیریں علاقے میں جہاں قریب قریب میں کوئی عام آبادی نہیں تھی ان کے لیے ایک رہائشی مکان اور امارت اسلامیہ کے مرکزی امیر کا دفتر تعمیر کروایا۔ جو تصرف کے اعتبار سے بیت المال کے عمومی املاک میں سے سمجھا جاتا تھا نہ کہ ان کی ذاتی ملکیت۔

1996 میں ملک کے 1500 بااثر علماء اور مشائخ کی جانب سے جب انہیں امارت اسلامیہ کے امیر المومنین کا لقب دیا گیا تو انہوں نے خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اتنا روئے کہ ان کے کندھے پر موجود چادر آنسووں سے تر ہوگئی۔ اور آخر میں انہوں وہاں موجود علماء سے اپنے تاریخی خطاب میں کہا: "اے علماء! آپ اپنے شرعی علم کی بناء پر انبیاء کے وارث کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں نے آج جو بھاری ذمہ داری میرے کاندھوں پر ڈالی ہے درحقیقت اس کی استقامت یا انحراف کی ساری ذمہ داری سب آپ پر ہے۔

اے ہمارے اساتذہ کرام اور قابل قدر علماء! خدانخواستہ اگر ہم سے مسلمانوں کے اس بڑے امانت میں کوئی تقصیر یا انحراف ہوجائے اس کی درستگی اور اصلاح آپ کی شرعی ذمہ داری ہے۔ آپ لوگ اپنے شرعی علم کی روشنی میں طالبان مجاہدین کی استقامت اور انہیں راہ حق پر چلنے کی راہنمائی کریں گے۔ اگر طالبان سے اسلامی احکام کے نفاذ کے حوالے سے کوئی کوتاہی یا انحراف کا ارتکاب ہوجائے اور تم اسے دیکھ لو اور اصلاح کے لیے کچھ بھی نہ کہو تو اس کی ذمہ داری اللہ تعالی کے ہاں ساری آپ پر ہوگی اور میں سوال وجواب کے دن تمھارا گریبان پکڑوں گا۔

طبعیت اور شخصی مزاج

ملا محمد عمر (مجاہد) اپنی خاموشی کے ساتھ ساتھ ایک خاص ظرافت اور خوش طبعی کا مزاج بھی رکھتے ہیں۔ وہ کسی بھی شخص کو جو ان سے کتنا ہی کم عمر کیوں نہ ہو خود کو بڑا نہیں سمجھتے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا سلوک انتہائی محبت آمیز، صمیمانہ، مشفقانہ اور باہمی احترام کا ہوتا ہے۔ مجالس میں اکثر جہاد کے حوالے سے بیان اور گفتگو کرتے ہیں۔

موجودہ حالات میں ان کی یومیہ مصروفیات

موجودہ شدید ترین سیکیورٹی حالات اور دشمن کی جانب سے ان کی شدید نگرانی کی وجہ سے ملا محمد عمر (مجاہد) کے روزانہ کے معمولات اور امارت اسلامیہ کے زعیم کی حیثیت سے جہادی امور کی نگرانی اور تنظیم سازی کی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

وہ اپنے کام کے دن کا آغاز اللہ تعالی کی عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت میں سے کرتے ہیں۔ فرصت کے لحات میں قرآن کریم کے مختلف تفاسیر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جارحیت پسندوں کے خلاف جہادی امور کی نگرانی پوری باقاعدگی سے کرتے ہیں۔ جہادی اور عسکری امور کی ترتیب اور سنبھالنے کے لیے اپنے متعینہ طریقہ کار کے مطابق جہادی کمانڈروں کو احکامات اور توجیہات صادر کرتے ہیں۔ جہادی نشریاتی ذرائع اور عالمی میڈیا کا بھرپور مطالعہ کرکے جارح دشمن کے خلاف جہادی کامیابیوں اور دیگر موضوعات کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی طریقے سے ملک کے اندرونی اور عالمی دنیا کے حالات سے خود کو باخبر رکھتے ہیں۔

یہی مصروفیات ان کی یومیہ روزمرہ زندگی کا بنیادی مشغلہ ہیں۔

ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں امارت اسلامیہ

ملا محمد عمر (مجاہد) کی قیادت میں امارت اسلامیہ افغانستان جس کی بنیاد 15 محرم الحرام 1415ھ کو ایک اسلامی تحریک کی صورت میں رکھی گئی تھی اور پھر اس کامیابی کی بہت سی منزلیں سر کی تھیں یہاں تک کہ ہزاروں علماء کرام، مجاہدین اور

عوام کے تعاون سے ملک کے 95 فیصد حصے پر اسلامی حاکیت کے نفاذ کا قابل فخر کارنامہ بھی انجام دیا تھا۔ایک خالص اسلامی امارت کی حیثیت سے اب بھی ملک کے اکثر حصوں پر حاکم ہے اور مغربی جارحیت کے خلاف مسلح مزاحمت میں آج بھی مصروف ہے ۔امارت اسلامیہ افغانستان کی حالیہ تشکیل میں سر فہرست امیر المومنین ملا محمد عمر (مجاہد) زعیم اور امیر کی حیثیت سے بر قرار ہیں۔ان کی قیادت میں امارت اسلامیہ کے نائب امیر ، رہبری شوری ، عدلیہ ، 9 اجرائی کمیشن اور 3 دیگر امور کے نگران ادارے فعال ہیں ۔اور انہیں مذکورہ اداروں اور کمیشنز سے امارت اسلامیہ کا حالیہ ڈھانچہ تشکیل پاتا ہے۔

امیر المومنین کا نائب یا دیگر قائدین تمام ماتحت اداروں کی نگرانی کے علاوہ ان کی کارکردگی رپورٹ امیر المومنین تک پہنچاتے ہیں اور زعیم کے احکامات متعلقہ اداروں تک پہنچاتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے رہبری شوری کے کل ارکان 20 کے قریب ہیں ۔ ارکان کا تقرر زعیم کی جانب سے کیا جاتا ہے ۔امیر کے نائب کی سربراہی میں اس کے اجلاس ہوتے ہیں۔یہ شوری تمام اہم سیاسی، عسکری، اجتماعی اور دیگر جزوی مسائل کے حوالے سے مشورے اور فیصلے کرتا ہے۔

امارت اسلامیہ کا عدلیہ کا شعبہ ایک الگ اور وسیع تشکیل ہے جو ابتدائی عدالت، مرافعہ عدالت اور سپریم عدالت کے دفتر پر مشتمل ہے اور اپنے احاطہ کار میں کام کو آگے بڑھاتا ہے۔

موجودہ حالات اور وقت کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں نویں کمیشن کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ جہادی امور کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے تشکیل کے حوالے سے سب سے بڑا کمیشن عسکری کمیشن ہے جو دس حلقوں پر مشتمل ہے۔ عسکری کمیشن کی تشکیلات میں افغانستان کے 34 صوبوں کے عسکری ذمہ داران یا صوبائی گورنر، ضلعی عسکری ذمہ داران اسی طرح دیگر اضلاع کی سطح پر کمیشن بھی اس میں شامل ہیں۔جن کی ذمہ داریوں میں عسکری اور عوامی امور کی نگرانی بھی شامل ہے۔

دیگر کمیشنز درجہ ذیل ہیں

کمیشن برائے سیاسی امور ، ثقافتی و میڈیا کمیشن ، اقتصادی کمیشن، صحت کمیشن ، کمیشن برائے تعلیم و تربیت ، دعوت وارشاد جلب وجذب کمیشن، قیدیوں کے امور کا کمیشن ، کمیشن برائے امور تحصیلات ، امارت اسلامیہ کے دیگر ادارے عوامی نقصانات کی روک تھام کا ادارہ ، شہداء اور معذوروں کا ادارہ ، کچھ خصوصی ضروریات کی چیزیں جمع کرنے کا ادارہ۔

ملا محمد عمر (مجاہد) کی قیادت میں امارت اسلامیہ ایک منظم اور فعال نظام کی حیثیت سے گذشتہ دو عشروں سے افغانستان کے اکثر حصے پر حاکم ہے ۔ اپنے اقتدار اور حکومت کے حدود میں صحیح معنوں میں اسلامی نظام قائم کیا گیا ہے۔امن وامان قائم کیا گیا ہے اور مسلمان عوام کے جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی ہے۔ اس عرصے میں امارت اسلامیہ خطے کے ایک باقاعدہ فعال اسلامی نظام کی حیثیت سے بہت سی آزمائشوں سے دوچار ہوا۔ مگر الحمد للہ، اللہ تعالی کے فضل اور رحمت سے اب تک تمام آزمائشوں سے کامیاب ہو کر نکلا ہے۔اور ہر مرتبہ شدید ترین حالات میں بھی استقامت کا ثبوت دیا ہے۔

حفظه الله تعالى و رعاه

مذاکرت کی خبریں، جھوٹ یا حقیقت؟

بشیر

میڈیا پر گذشتہ چند ہفتوں سے مسلسل مذاکرات کا نقارہ بج رہا ہے۔ اور یہ باتیں مسلسل پھیلائی جارہی ہیں کہ طالبان نے کابل انتظامیہ سے مذاکرات پر آمادگی ظاہر کردی ہے۔ اور ان کے درمیان کچھ خفیہ ملاقاتیں بھی ہوئی ہیں۔

مگر ان خبروں کے رد عمل میں امارت اسلامیہ نے بار بار مذاکرات کے حوالے ان افواہوں کی تردید کی ہے اور ان خبروں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ دشمن کے جاسوس ذرائع کی جانب سے یہ جھوٹا پروپیگنڈا اپنے ہارے ہوئے فوجیوں کو حوصلہ دینے کی ایک کوشش ہے۔ اس کے ساتھ طالبان نے اپنا پرانا موقف ایک بار پھر دہرایا ہے "جب تک افغانستان سے تمام جارحیت پسند نہیں نکل جاتے مذاکرات اور بات چیت بے معنی ہے"۔ اس سلسلے میں حال ہی میں امارت اسلامیہ کی جانب سے میڈیا کو بھیجے گئے اعلامیہ میں صراحت کے ساتھ کہا گیا: ان افواہوں کے پیچھے پراسرار جاسوس حلقوں کے ہاتھ ہیں۔ کسی کو اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اعلامیہ میں مزید کہا گیا ہے: "گذشتہ تیرہ سالوں میں بھی کئی کئی بار اس طرح کی افواہیں پھیلائی گئی ہیں۔ الحمدللہ مجاہدین کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور نہ اس سے کوئی بداعتمادی پیدا ہوئی۔ جھوٹ کی یہ لہر بھی گذر جائے گی اور وقت سب کچھ ثابت کردے گا۔

ان کے اعلامیے میں مذاکرات کو ہم وطنوں کی سب سے بڑی ضرورت قرار دیا گیا اور اس حوالے سے کہا ہے " امارت اسلامیہ امن کے لیے آبرومندانہ کوششیں کررہی ہے۔ مگر ملک میں جارحیت پسند موجود ہیں اور اسلام مخالف کاموں کا سلسلہ جاری ہے اس لیے جہاد فرض عین ہے اور اس کے خلاف اسلحہ اٹھانا شرعی حکم ہے۔

لگتا ہے دشمن سامنے جنگ سے تھک چکا ہے اور وہ مکمل شکست کھارہا ہے۔ اب اس قسم کی غیر حقیقی افواہوں اور پروپیگنڈوں کے ذریعے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ عالمی دنیا اور خصوصاً افغانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے مذاکرات کا ڈھول پیٹا جارہا ہے۔

اس کا ایک اور مقصد یہ ہے کہ اس طریقے سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی وحدت اور اتحاد کو نقصان پہنچایا جائے۔ اس مقصد کی خاطر یہ ذہنیت پھیلائی جارہی ہے کہ گویا طالبان یرغمال بنادیے گئے ہیں۔ اور آزاد نہیں ہیں۔ اس حوالے سے کسی تیسرے ملک کے کردار کی بار بار تعریف کا مقصد بھی یہ تاثر دینا ہے کہ خدانہ کرے افغان جہاد کے ریشے افغانستان سے باہر کہیں ہیں۔ اور یہ جہاد افغانوں نے نہیں بیرونی ممالک کی قوت سے جاری ہے۔ اور یہی وہ سیاہ داغ ہے جو امارت اسلامیہ کی خود مختار حیثیت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور عوام کے دلوں سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے تعاون کا حوصلہ نکالتا ہے۔ طالب اور مجاہد کے حوالے سے افغان عوام کو بدظن کیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سازشی دشمن ان مذاکرات کو اس کام کو اس قدر اہمیت دیتا ہے کہ گذشتہ تیرہ سالوں سے کبھی یہ سلسلے نہیں رکا۔ اور مذاکرات کے ساتھ ساتھ عوام میں مجاہدین کے خلاف بداعتمادی بھی پھیلائی جارہی ہے۔

امریکا کی جانب سے اربکی ملیشیا کا جو سلسلہ شروع کیا گیا اس کے پیچھے بھی یہی مقاصد کار فرما تھے۔ غرض یہ کہ امریکا کا مقصد اس طرح کے پروپیگنڈے کرکے عوام میں طالبان کے خلاف بداعتمادی کی فضا پیدا کرنا ہوتا ہے۔ وہ مجاہد جسے افغان عوام ملک کی آزادی اور خودمختاری کے حصول کا آخری مورچہ سمجھتے ہیں اور اسی سے آزادی کی امید وابستہ کیے ہوئے ہیں اس طرح کے پروپیگنڈے کرکے انہیں بدنام کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس لیے بالجملہ یہ ایک سازش اور چال ہے

جو باقاعدہ جارح قوتوں کی ایماء اور ان کی ہدایات پر کھیلا جارہا ہے۔ جو سو فیصد جھوٹ پر مبنی ہے۔

مگر گذشتہ تیرہ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ افغان عوام ہر وقت اس طرح کی سازشوں کی جانب سے متوجہ رہے اور استعمار کی تمام سازشوں کے خلاف چوکنے رہے۔ اور وہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ سب ایک دکھلاوے اور نمائش کی حد تک ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے ہمیں اعتماد ہے کہ دشمن اپنے ہدف میں کامیاب نہ ہوگا۔ اور امارت اسلامیہ اور عوام کے درمیان فاصلے پیدا کرنے کی ان کی یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی۔ اس حوالے سے میڈیا کے ذریعے پہلے بھی بہت سی بے بنیاد رپورٹیں نشر کی گئی ہیں جس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکا۔ یہ افواہ کہ آج یا کل طالبان مذاکرات کا آغاز کریں گے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ساری سازشیں رسوا ہو جائیں گی جو آج میڈیا اور امریکا چلا رہا ہے۔ جس کا مقصد عوام اور مجاہدین کے درمیان یا مجاہدین کے درمیان آپس میں تشویش اور انتشار پھیلانا ہے۔ اور اپنی قیادت کے متعلق انہیں بدگمانی کا شکار کرنا ہے۔ اور آئندہ موسم بہار سے شروع ہونے والے آپریشن گذشتہ تجربات کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح کی بے بنیاد سازشوں سے دشمن اپنی شکست کو کبھی فتح میں تبدیل نہیں کیا جاسکے گا۔ نہ عوام اور مجاہدین کے درمیان جدائی لائی جاسکے گی اور مجاہدین اپنے قائدین سے بدظن ہو جائیں گے۔ یہ ایک عقیدے اور فکر کی جنگ ہے اور یہاں ہر شخص کو اس کے شرعی فریضے کا احساس ہے اور اس کے لیے تیار ہے۔

علاقائی امور کے ماہرین کے مطابق اگرچہ گذشتہ تیرہ سالوں میں اس طرح کی کوششیں ہمیشہ بے سود ثابت ہوئیں۔ مگر اس کی تاثیر کو اس طرح سے نظر انداز کرنا بھی عقلمندی نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کے پیچھے بھی دشمن کے طویل منصوبے اور طویل سوچ کار فرما ہوتی ہے۔ مجاہدین قیادت کو اس حوالے سے ہر وقت ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے خلاف اپنا ردعمل دکھانے میں زیادہ تیزی اور بیداری سے کام لینا چاہیے۔

کیوں کہ امریکی حکام کے بیانات سے ایسا لگتا ہے کہ وہ انسانیت کے خلاف جاری اپنی اس عسکری مہم کو اتنی آسانی سے ختم کرنے والے نہیں ہیں۔ اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ جب امریکا اپنی وحشتوں اور مظالم سے دستبردار نہیں ہوگا اور جارحیت کو مزید دوام دیتا رہے گا تو اس کے خلاف جاری جہاد بھی قائم رہے گا۔ اور اس کے علاوہ مجاہدین کے پاس کوئی راستہ بھی نہیں۔ جب تک امریکا اپنے برے عزائم سے دستبردار نہیں ہوتا افغانوں کی آزادی اور استقلال کی جنگ جاری رہے گی۔ آئندہ بھی اس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈے چلتے رہیں گے جو جنگ کا ایک حصہ ہیں اور اسی جنگ کے حصے کے طور پر اس کے ساتھ جاری رہیں گے۔

جب سے امریکا نے افغانستان پر جارحیت کر دی ہے اور وہاں اپنی کٹھ پتلی حکومت قائم کر دی ہے مسلسل امریکا کی کوشش رہی ہے کہ کسی نہ کسی بہانے سے لوگوں کو مصروف رکھا جائے۔ مختلف افواہیں اور ایشوز اٹھا کر لوگوں کو اس میں کھپایا جائے۔ لوگوں کے ذہنوں کو فارغ نہ رکھا جائے۔ انہی میں سے ایک یہی مذاکرات کے آغاز کی افواہ ہے۔ جس میں امریکا کبھی مخلص نہیں رہا۔ امریکا کبھی بھی امن اور مذاکرات نہیں چاہتا۔ کیوں کہ امریکا نے جارحیت کا آغاز کیا ہی اسی لیے تھا کہ جنگ کو آگے بڑھایا جائے۔ اسی لیے جنگ کے علاوہ اس کا کوئی اور ارادہ بھی نہیں۔ اس کا منصوبہ لڑنے ہی کا ہے۔ وہ اپنی پوری قوت اور شدت کے ساتھ لڑنا چاہتا ہے۔ نہ عملاً وہ امن اور مذاکرات چاہتا ہے اور نہ اس کے وہم و خیال میں جنگ کے خاتمے کے لیے کوئی سٹریٹیجی موجود ہے۔ صرف میڈیا کے ذریعے وہ سادہ لوح لوگوں کو مصروف رکھنے کے لیے مذاکرات کی افواہیں پھیلا رہا ہے۔ کہ اب فلاں ملک میں اور فلاں ملک میں مذاکرات شروع ہونے والے ہیں۔ اب بہت جلد جنگ ختم ہونے جارہی ہے۔ مگر عملاً امریکا نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور نہ اس کا کچھ کرنے کا ارادہ ہے۔ سب کچھ جھوٹ اور واقعیت کے برخلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

کیوں کہ مذاکرات کے اپنے اصول اور معیار ہوتے ہیں۔ ان کی رعایت رکھتے ہوئے فریقین کے درمیان اعتماد کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔ اب تک امریکا اور کابل انتظامیہ نے اعتماد سازی کی خاطر پہلا قدم نہیں اٹھایا۔ کیسے اتنی آسانی سے اور مختصر وقت میں یہ سب کچھ ہو گیا اور مذاکرات کے کچھ مراحل بھی طے ہو گئے؟

جارحیت کے ابتدائی مراحل میں جب جہاد ابتدائی مراحل میں تھا امریکی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ سال ڈیڑھ سال میں وہ جنگ بہت آسانی سے ختم

کر سکتے ہیں۔ یہ گنتی کے چند طالبان ہیں جو درد سر بنے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ کو گرفتار اور کچھ کو مار دیا جائے گا۔ اور کچھ ہتھیار ڈالدیں گے۔ اب مزید افغانستان امریکا کا ہے۔ اب اس میں ہم اپنی مرضی کے گھوڑے بھگائیں گے اور بس!

مگر بہت کم وقت گذرا تھا کہ اس کی یہ خواہش بھی سراب ثابت ہوئی۔ جہاد پورے ملک میں پھیل گیا اور مجاہدین مضبوط اور منظم ہونے لگے۔ الحمد للہ آج ملک میں ایسا کوئی ضلع یا علاقہ نہیں جہاں مجاہدین موجود نہ ہوں۔ اور وہاں منظم جہادی تشکیلات فعال نہ ہوں۔ اور یا وہاں خارجی جارحیت پسندوں یا ان کے کٹھ پتلیوں کی کھوپڑیاں ان کے خون میں لت پت نہ ہوتی ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی بڑی تحریک چند آدمیوں کا کام ہے یا کسی قوم اور ملت کے مرہون منت؟ اس کے ساتھ پورے قوم کے ارادے اور تعاون شامل ہے۔ جب بھی کوئی بھی قدم اٹھایا جائے گا اسے افغان عوام کی حمایت حاصل رہے گی۔ قوم کی حمایت کے بغیر ایسا کوئی اقدام قابل قبول نہ ہوگا۔ موجودہ دور میں قوم نے جہاد کی راہ اختیار کرلی ہے۔ جب تک جارحیت کا خاتمہ نہ ہو جائے امریکا سے کسی قسم کے مذاکرات ان کے لیے قابل تسلیم نہ ہوں گے۔ اب آتے ہیں اس بات کی جانب کہ امریکا سے مذاکرات ایک انتہائی وسیع سلسلہ ہوگا۔ یہ کوئی معمول کی کارروائی یا کوئی چھوٹا سا جرگہ نہیں۔ اتنی آسانی سے اس کا طے ہونا ممکن نہیں جتنی آسانی سے میڈیا اسے پیش کر رہا ہے۔

جب امریکا افغانستان سے نکل جانے پر راضی ہو جائے گا اور اعتماد سازی کے لیے کیے گئے تمام مطالبات تسلیم کرلے پھر ممکن ہے کچھ مسائل کے متعلق غور کیا جاسکے۔ مگر ابھی جب تک امریکا جارحیت سے دستبردار نہیں ہوتا ممکن نہیں اتنی بڑی قربانی کو ہم یوں ہی ضائع کردیں۔

اور نہ ایسا ہے کہ افغان عوام جہاد سے تھک کر اکتا گئے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ افغانوں نے اپنی سرزمین پر کبھی بیرونی قوتوں کی موجودگی تسلیم نہیں کی۔ چنگیز سے لے کر انگریز تک اور پھر سوویت یونین کے سرخ لشکروں تک ہر جارح قوت کے ساتھ پوری عزم اور قوت سے لڑے۔ اور بڑی بڑی قربانیوں اور فداکاریوں کی بدولت اپنی آزادی کا پرچم گرنے نہیں دیا۔ آج بھی امریکی جارحیت پسندوں کی موجودگی کے خلاف وہی پرانا قومی اور جہادی حوصلہ کارفرما ہے۔ کبھی بھی اس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈوں سے افغان عوام اپنے جہادی سفر سے واپس نہیں لوٹیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ افغان عوام کی اکثریت اس جہاد کی حامی ہے اور جان ومال سے ان کا تعاون کرتی ہے۔

جی ہاں بلاشک وشبہہ امریکا افغانستان میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے پڑوسیوں کو اپنے تعاون پر مجبور کر رہا ہے۔ اور چاہتا ہے اس طریقے سے اپنی وحشتوں کو وسعت دے۔ لیکن انہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ امریکا کو ہر صورت میں اپنے مفادات ہی عزیز ہیں۔ انہیں کسی کی مشکلات کی کوئی پروا نہیں۔ ان کے سامنے خطے کی بہتری، خطے مفادات اور علاقائی امن کی کوئی حیثیت نہیں۔ امریکا جو کچھ گذشتہ تیرہ سالوں میں حاصل نہ کرسکا اب بہت آسانی سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ خوش قسمتی سے افغان عوام اور امارت اسلامیہ اس جانب پوری طرح متوجہ ہیں۔ اور اتنی آسانی سے اجازت نہیں دیتے کہ اپنی یہ خواہش پوری کردیں۔ اس لیے پڑوسیوں کو بھی چاہیے کہ اپنی ذمہ داری کا ادراک کریں اور حالات کی نزاکت کا احساس کریں اور امریکا سے خیر کی کوئی توقع نہ رکھیں۔ انہیں اس بات کا احساس ضرور ہونا چاہیے کہ افغانستان پر امریکا نے جارحیت کی ہے۔ افغانوں نے امریکا کے خلاف جارحیت نہیں کی۔ خطے میں افغانستان کا عدم استحکام اور بے یقینی کی فضا امریکا کے آنے سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کی ساری ذمہ داری امریکا پر عائد ہوتی ہے کہ اس نے ایک جائز حکومت کا خاتمہ کرکے اس کی جگہ ایک ناجائز حکومت قائم کی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ سب مل کر امریکا کو خطے سے باہر کردیں۔ نہ یہ کہ امریکی جارحیت کو دوام بخشنے کے لیے ان سے تعاون بڑھادیں۔ اس سے افغان عوام کو بھی نقصان ہوگا اور خطے کو بھی مزید چیلنجوں کا سامنا ہوگا۔ مختصر یہ کہ موجودہ سارے مسائل امریکا کی وجہ سے ہیں۔ ان کو محسوس کرتے ہوئے اور افغانستان اور خطے کے استحکام کی خاطر زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے ذمہ دارانہ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ امریکا یہ جنگ ہار جائے گا۔ اب مزید اس میں جنگ کا حوصلہ نہیں رہا۔ افغانستان کی سرزمین اس پر تنگ ہو رہی ہے اور یہاں تک کہ صدارتی محل کے حدود میں بھی مجاہدین کی کارروائیاں ہوتی ہیں۔

شہید سید عبدالمالک آغا کی جہادی خدمات

تحریر: عبدالرزاق حکمت

سید عبدالمالک آغا کا شمار صوبہ میدان وردگ کے بہادر اور مخلص مجاہدین میں ہوتا ہے، میدان وردگ جو امریکی جارحیت پسندوں کیلئے ایک خطرناک علاقہ سمجھا جاتا ہے یہاں جہادی تحریک کی تاسیس میں سید عبدالمالک آغا کی خدمات قابلِ ذکر ہیں، جنہوں نے اس تحریک کے چراغ کو اپنے لہو سے روشن کئے رکھا۔ آپ کے ساتھیوں نے بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دارالحکومت کابل کے قریب اس اہم علاقے کو جہاد کا ایک ناقابل تسخیر محاذ بنالیا۔

میدان وردگ کے اس بہادر سپوت کا تعارف ان کی جہادی خدمات، ان کا بچپن اور ان کی یادوں پر مشتمل خصوصی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

سید عبدالمالک آغا کا تعارف:

سید عبدالمالک آغا میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے بہادر خیل میں ۱۳۴۹ اش کو پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام میر سید آغا ہے۔ آپ کا تعلق سید خاندان سے تھا اور افغانستان میں اس خاندان کے افراد کو باچا صاحب یا میر صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

سید عبدالمالک آغا نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی، آپ کے بچپن میں ہی افغانستان پر روسی یلغار ہوئی اور پورے افغانستان کی طرح میدان وردگ میں بھی روسی جارحیت پسندوں کے خلاف عوام نے جہاد کا علم بلند کیا، آپ نے عہد شباب میں قدم رکھتے ہی جہادی تحریک میں شمولیت اختیار کی اور اپنے علاقے سے جہادی سفر کا آغاز کیا اپنے علاقے سید آباد میں کچھ عرصہ جہادی خدمات کے بعد پکتیکا اور وزیرستان کے درمیان سرحدی علاقے "لواڑہ" میں قائم حقانی صاحب کے جہادی مرکز میں جہادی تربیت کا آغاز کیا اور ساتھ ہی دینی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

جہادی اسفار میں آپ کے دیرینہ ساتھی مولوی فضل ربی کہتے ہیں کہ اس وقت میں میرانشاہ کے مدرسہ انوار العلوم میں تھا اور عبدالمالک آغا اس وقت نوجوان تھے جہاد کے ساتھ دینی تعلیم کے حصول کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ اکثر اوقات خوست کے جہادی محاذوں پر ہوتے تھے، اور خوست میں بہت سی کارروائیوں میں آپ نے حصہ لیا۔ جب صوبہ خوست مولوی جلال الدین حقانی صاحب کی قیادت میں فتح ہوا عبدالمالک آغا اس فتح میں ایک مجاہد کی حیثیت سے شریک تھے۔

عبدالمالک آغا ڈاکٹر نجیب کی حکومت بعد اور کابل کی فتح تک میدان کارزار میں شریک رہے۔ جب کابل میں کمیونسٹ جنگجو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے، تو آپ واپس دینی علوم کی طرف آئے اور میرانشاہ میں مدرسہ انوار لعلوم میں دینی تعلیم کا آغاز کیا۔

اس وقت اس مدرسے کا مہتمم مشہور صوفی بزرگ قلعہ جواد کے شہداء کے سجادہ نشین خلیفہ فضل الدین رحمہ اللہ تھے۔ جو ارغندی خلیفہ صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ اس وقت یہ مدرسہ ایک بڑے علمی مرکز کے طور پر جانا جاتا تھا۔

عبدالمالک آغا سید خاندان سے تعلق ہونے کے ساتھ ایک با خلاق، دیانت دار اور متقی انسان تھے۔ آپ خلیفہ فضل الدین صاحب کے بہت قریبی شاگردوں میں رہے اور ان سے آپ نے تصوف میں نقشبندیہ مجددیہ طریقہ میں بیعت بھی حاصل کرلی تھی۔

مدرسہ انوار لعلوم میں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد آپ نے مولوی جلال الدین حقانی صاحب کے مدرسے منبع العلوم میں داخلہ لیا اور دو سال تک اسی مدرسہ میں زیر تعلیم رہے۔

طالبان کی اسلامی تحریک میں خدمات:

اس وقت جب افغانستان خانہ جنگی کا شکار تھا تو دیارِ ہجرت کے افغانی مدارس میں جمعیت طلباء کے نام سے علاقائی تنظیمیں بنائی گئی تھیں۔ سید عبدالمالک آغا میدان وردگ کے طلبہ تنظیم کے ایک فعال اور سرگرم رکن تھے۔ جب طالبان کی اسلامی تحریک وجود میں آئی، تو آپ طالبان تحریک کے ایک وفد کے ساتھ بات چیت کے بعد اپنے 7 ساتھیوں سمیت وردگ تشریف لے گئے تاکہ طالبان کی تحریک کیلئے پہلے سے راہ ہموار کی جائے، اور لوگوں کی ذہن سازی اور علاقے کے بزرگوں کو ذہنی طور پر اس تحریک کیلئے تیار رکھیں۔

سید عبدالمالک آغا اور ان کے ساتھیوں نے صوبہ میدان وردگ کے مقامی علماء، مجاہدین اور قبائلی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں طالبان کی تحریک کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ کیا۔ جب طالبان کی اسلامی تحریک کندہار میں تھی عبدالمالک آغا اور ان کے ساتھی سید آباد کے علاقے ہفت آسیا میں واقع مدرسہ مفتاح العلوم کو اپنے خفیہ مرکز کے طور پر استعمال کر رہے تھے، یہاں طالبان کی تحریک میں شامل ہونے کیلئے لوگوں کو دعوت دی جاتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنے ساتھیوں مولوی فضل ربی اور ہاشمی صاحب کو کندھار بھیجا۔ یہاں ان کی ملاقات اسلامی تحریک کے امیر ملا محمد عمر مجاہد، مولوی احسان اللہ احسان اور دوسرے رہنماؤں سے ہوئی، جنھوں نے اس دورکنی وفد کو ہدایت کی کہ وہ علاقائی علماء کرام اور مجاہدین حتیٰ کہ غزنی اور میدان وردگ کے درمیان جنگی پٹی پر حزبِ اسلامی کے جنگجوؤں کو بھی امن کا پیغام دیں اور انہیں ہدایت دیں کہ طالبان جنگ کا خاتمہ اور امن چاہتے ہیں۔

عبدالمالک آغا اور ان کے ساتھی حکم کی تعمیل میں مصروف تھے جب طالبان غزنی تک پہنچ گئے اور غزنی فتح ہوا اس کے بعد سید آباد کے علاقے سالار کو بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر ڈالا۔ یہاں طالبان کے جنگی امور میں قیادت کرنے والے ملا مشر اخند نے علاقے کے مجاہدین کی ذریعے سید آباد کے گورنر ڈاکٹر مسلم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ جنگ سے دستبردار ہو جائے، لیکن چند جنگجوؤں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا اور طالبان سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا لیکن تھوڑی سی مزاحمت کے بعد وہ طالبان کا وار نہ سہہ سکے اور آخر کار بھاگ کھڑے ہوئے۔

میدان شہر اور لوگر کی فتح کے بعد عبدالمالک آغا اور ان کے ساتھی غزنی گئے، جہاں مولوی احسان اللہ احسان صاحب کے ساتھ ایک مشترکہ قافلے کی صورت میں پکتیکا کے مرکز "شرنہ" تشریف لے گئے۔ یہاں کچھ عرصہ خدمات کے بعد آپ کو چہار آسیاب کی جنگی پٹی پر خدمات کیلئے بلایا گیا۔ اس وقت سید عبدالمالک آغا ایک ماہر اور جنگ کا تجربہ رکھنے والے مجاہد ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھیوں کے امیر منتخب ہوئے۔ چہار آسیاب میں کچھ عرصہ جہادی خدمات کے بعد میدان شہر کی جنگی پٹی پر تشریف لے گئے اور وہاں اس جنگی پٹی کے مسئول ملا مشر اخند نے آپ کو میدان وردگ کے مجاہدین کے محاذ کی قیادت سونپ دی۔ میدان شہر کی جنگی پٹی میں اسٹریٹجک نقطہ نظر سے ایک اہم علاقے "کوہ قرغ" میں جہادی خدمات میں مصروف رہے یہ نہایت بلندی پر واقع پہاڑی علاقہ تھا اور اس وقت کے جنگی نقطہ نظر سے خطرناک علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں طالبان مجاہدین برف سے ڈھکے پہاڑ پر ایک خیمے میں قیام پذیر تھے۔ اس پہاڑی پر طالبان باری باری اپنی ڈیوٹی دیتے تھے۔ اس پہاڑی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے شمالی اتحاد کے جنگجو پیش قدمی نہیں کر سکتے تھے۔ احمد شاہ مسعود نے اس علاقے پر کئی شدید حملے کئے یہاں تک کہ ایک دفعہ وہ اس پر قبضہ کرنے میں کامیاب بھی ہوئے، لیکن طالبان کی بیش بہا قربانیوں کی بدولت یہ علاقہ واپس طالبان کے قبضے میں آیا اور آخر تک طالبان کے قبضے میں رہا۔

کابل کی فتح کے بعد:

کابل کی فتح کے بعد سید عبدالمالک آغا کابل کے علاقے خیر خانی کے مسئول مقرر ہوئے۔ چونکہ آپ کا زیادہ تر وقت شمال کی جنگی پٹی گذرا اور آپ کو اس علاقے میں جنگ کا مکمل تجربہ تھا اس لئے بعد میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کو قرغہ کی آٹھویں تشکیل میں شمال کی جنگی پر بھیج دیا گیا اس وقت مجاہدین کا مرکز قرغہ میں تھا لیکن آپ کابل کی شمالی پٹی پر جہادی خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ مختلف شمالی علاقہ جات جیسے شکردرہ، گلدرہ، صوفیان، کلکان، قلعہ نصرو اور قرہ باغ میں جہادی خدمات پیش کر چکے ہیں۔ جب 1997ء میں امارت اسلامی کے مجاہدین کا ایک بڑا لشکر سالنگ کے سرنگ کے راستے شمالی علاقوں میں داخل ہوا سید عبدالمالک آغا اور ان کے ساتھی مجاہدین بھی اس لشکر

میں شریک تھے۔ کندز میں کچھ عرصہ خدمات کے بعد آپ کابل آئے اور شمالی خطوط میں اپنی کاروائیاں جاری رکھیں۔ بعد میں آپ واپس شمالی علاقوں میں تشریف لے گئے اور تخار کے علاقے اشکمش میں مجاہدین کے ایک بڑے گروپ کے مسئول منتخب ہوئے اور اس گروپ کے مجاہدین کو بعد ازاں فرخار تنگی منتقل کیا گیا۔

سید عبدالمالک آغا امارت اسلامی کی حکومت کے دوران بہت سی فتوحات میں شامل رہے جس میں بامیان کی پہلی مرتبہ فتح جس پر جلریز اور جلگی کی طرف سے حملہ کیا گیا آپ جلریز کی طرف سے حملہ کرنے والوں میں شامل تھے۔ بامیان کی فتح کے بعد غور بند اور شیخ علی کے علاقوں پر بھی متعدد حملوں میں آپ شریک رہے۔ امریکی جارحیت کے دوران آپ شمال کی جنگی پٹی میں موجود تھے اور امریکی بمباری کے نتیجے میں زخمی حالت میں آپکو اپنے آبائی علاقے منتقل کیا گیا۔

امریکا کے خلاف جہاد:

ملا محمد فرید قیام اور مولوی عبدالصمد وزیر جو سید عبدالمالک آغا کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں کہتے ہیں کہ امریکی جارحیت کے بعد جب آغا صاحب اپنے علاقے سید آباد پہنچے تو ان کی پہلی کوشش یہ تھی کہ مجاہدین بمباری سے مکمل طور پر محفوظ رہیں اور اس علاقے میں جنگجوؤں کی آمد کا راستہ روکے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے علاقائی سطح پر بہت جدوجہد کی جو بڑی مفید ثابت ہوئی۔ اسی طرح انہوں نے امریکا کے خلاف جہاد جاری رکھنے کیلئے بھی کوششیں کیں اس سلسلے میں آپ کو کئی بار پکتیا جانا پڑا اور ملا سیف الرحمن منصور سے ملاقات کی جو اس وقت درہ شاہی کوٹ میں مجاہدین کی کاروائیوں کے مسئول تھے۔ ایک فعال اور تجربہ کار مجاہد رہنما ہونے کی وجہ سے امریکا نے سید عبدالمالک آغا کے خلاف لوگر میں کاروائیاں شروع کی اور آپ کی گرفتاری کیلئے چھاپے مارے جانے لگے تو آپ کو مجبوراً یہ علاقہ چھوڑنا پڑا، لیکن اپنے علاقے کی جہادی ذمہ داریاں دوسرے علاقے سے ہی نبھاتے رہے۔

کچھ عرصہ بعد سید عبدالمالک آغا ایک مرتبہ پھر امارت اسلامی کے رہنماؤں سے ملے اور امارت اسلامی کی جانب سے آپ کو ایک مرتبہ پھر لوگر میں جہادی کارروائیوں کے فروغ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ آپ ایک مرتبہ پھر خفیہ طور پر اپنے علاقے تشریف لائے۔ اپنے پرانے ساتھیوں کو جمع کیا اور جہادی کارروائیوں کے سلسلے میں ان سے صلاح مشورہ کرنے لگے۔

فروری 2004 کو ایک دن آپ مجاہدین کی صفوں کو منظم کرنے میں مصروف تھے اور اپنے سیٹلائٹ فون کے ذریعے انہیں احکامات دے رہے تھے کہ اس وقت امریکی فوجیوں نے آپ کے سیٹلائٹ فون کے ذریعے آپ کی جگہ معلوم کی اور اچانک آپ کے گھر پر سینکڑوں امریکی اور کٹھ پتلی فوجیوں نے چھاپہ مارا اور آپ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن آپ نے زندہ گرفتاری کی بجائے شہادت کو ترجیح دی۔ اس وقت گھر میں آپ کے بڑے بھائی اسماعیل آغا بھی موجود تھے دونوں نے امریکی فوجیوں پر فائر کھول دیئے جس کے نتیجے میں کئی امریکی فوجی جہنم واصل ہوئے امریکی فوجیوں کی جوابی فائرنگ کے بعد آپ اپنے بھائی کے ساتھ جام شہادت نوش کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

امریکی فوجی دونوں شہداء کے جسد خاکی اپنے ساتھ بگرام لے گئے اور وہاں ان

شہید آغا صاحب نہایت متقی، باحیاء، محب اور مخلص شخص تھے اتنے باحیا انسان تھے کہ کئی سالوں تک ان کے ساتھ رہنے کے باوجود میں نے ان کی زبان سے نازیبا لفظ یا کوئی گالی وغیرہ نہیں سنی، کسی کے ساتھ تلخ کلامی سے پیش نہیں آتے تھے یہاں تک کہ دشمن اور مخالف جنگجوؤں کو بھی برے ناموں سے یاد نہیں کرتے تھے اور نہ انہیں برا بھلا کہتے۔ آپ ہر صبح سورۃ یٰسین اور رات کو سورۃ الملک کی تلاوت کرتے تھے۔ حالات جیسے بھی ہوتے آپ تلاوت نہیں چھوڑتے تھے۔

مولوی عبدالباقی جو آغا صاحب کے نائب تھے کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ہمارا قیام کندز کے علاقے بالا حصار کے قریب برج برق میں تھا۔ ایک رات جب سارے ساتھی سو رہے تھے لیکن میں جاگ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آغا صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور ایک نظر تمام ساتھیوں پر ڈالی وہ یہ سمجھ گئے کہ تمام ساتھی سو رہے ہیں اس کے بعد وہ باہر نکل گئے۔ مولوی عبدالباقی صاحب کہتے ہیں کہ میں تشویش میں مبتلا ہوا کہ آغا صاحب آدھی رات کو کہاں نکل گئے اس لئے میں بھی اٹھا اور باہر انہیں تلاش کرنے لگا لیکن وہ نہیں ملے میں پریشان ہوا اور اپنے ساتھیوں کو جگانے والا تھا تاکہ آغا صاحب کو ڈھونڈ نکالیں ایسا نہ ہو کہ وہ دشمن کے شکنجے میں پھنس گئے ہوں لیکن پھر اچانک میری نظر مکان میں موجود ایک اضافی کمرے پر پڑی جہاں لکڑیاں رکھی ہوئی تھی، وہاں جا کر دیکھا تو آغا صاحب تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ٹارچ کی روشنی ان پر ڈالی تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتے اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے پایا۔

کی جسد خاکی ایک غار میں پھینک دیئے اور جب علاقے کے لوگوں نے منت سماجت کی کہ شہداء کی لاشیں ان کے حوالے کی جائیں تو 42روز گذرنے کے بعد شہداء کی لاشیں ان کے خاندان کے سپرد کی گئیں اور یہاں شہداء کی کرامت کا واضح نمونہ موقع پر موجود تمام لوگوں نے دیکھا کہ 42روز کے بعد بھی شہداء کی لاشیں خراب نہیں ہوئیں تھیں اور بالکل تروتازہ تھیں۔

سید عبدالمالک آغا نے پسماندگان میں صرف ایک بیٹا چھوڑا ہے۔ چونکہ آغا صاحب شاہی کوٹ کے معرکے میں امارت اسلامی کے بہادر سپوت ملا سیف الرحمٰن کے ساتھ تھے اور جہاد میں بڑے عرصے تک ایک ساتھ رہے اس لئے آپ نے اپنے بیٹے کا نام سیف الرحمٰن رکھا۔

شہید سید عبدالمالک آغا کی چند یادیں:

صوبہ وردگ کے ضلع سید آباد کے مجاہدین کے مطابق سید عبدالمالک آغا اس علاقے میں جہاد کی بنیاد رکھنے والی شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے امریکا کے خلاف پہلی مرتبہ جہادی کاروائیوں کا آغاز کیا اس وجہ سے مجاہدین کے درمیان آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اب بھی اس ضلع میں مجاہدین کی قیادت کرنے والے مجاہدین جیسے ملا محمد فرید قیام، ملا عبداللہ، مولوی حبیب الرحمٰن آغا صاحب کے تربیت یافتہ مجاہدین ہیں، جنہوں نے آپ کی قیادت میں جہادی تربیت حاصل کی اور اب مجاہدین کی بھاگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔ سید آباد میں سید عبدالمالک آغا نے جہاد کی بنیاد رکھی جس کی وجہ سے امریکا نے سب سے پہلے آپ کو نشانہ بنایا لیکن اس کے بعد آپ کے قریبی ساتھی اور نائب امیر شہید مولوی عبدالباقی صاحب نے آپ کی کمی کو محسوس ہونے نہیں دیا اور امریکا کے خلاف کاروائیاں جاری رہیں یہاں تک کہ یہ ضلع بعد میں امریکی فوجیوں کا قبرستان اور ان کا قتل گاہ بنا اور اب تک امریکی جارحیت پسندوں سکون کا سانس لینے نہیں دیا۔

ملا محمد فرید قیام جو ابھی اس گروپ کے امیر ہیں اور بڑے عرصے تک آغا صاحب کے ہمراہ رہے ان کی شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں: شہید آغا صاحب نہایت متقی، باحیاء، محب اور مخلص شخص تھے اتنے باحیا انسان تھے کہ کئی سالوں تک ان کے ساتھ رہنے کے باوجود میں نے ان کی زبان سے نازیبا لفظ یا کوئی گالی وغیرہ نہیں سنی، کسی کے ساتھ تلخ کلامی سے پیش نہیں آتے تھے یہاں تک کہ دشمن اور مخالف جنگجوں کو بھی برے ناموں سے یاد نہیں کرتے تھے اور نہ انہیں برا بھلا کہتے۔ آپ ہر صبح سورۃ یٰسین اور رات کو سورۃ الملک کی تلاوت کرتے تھے۔ حالات جیسے بھی ہوتے آپ تلاوت نہیں چھوڑتے تھے۔

مولوی عبدالباقی جو آغا صاحب کے نائب تھے کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ہمارا قیام کندز کے علاقے بالاحصار کے قریب برج برق میں تھا۔ ایک رات جب سارے ساتھی سو رہے تھے لیکن میں جاگ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آغا صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور ایک نظر تمام ساتھیوں پر ڈالی وہ یہ سمجھ گئے کہ تمام ساتھی سو رہے ہیں اس کے بعد وہ باہر نکل گئے۔ مولوی عبدالباقی صاحب کہتے ہیں کہ میں تشویش میں مبتلا ہوا کہ آغا صاحب آدھی رات کو کہاں نکل گئے اس لئے میں بھی اٹھا اور باہر انہیں تلاش کرنے لگا لیکن وہ نہیں ملے میں پریشان ہوا اور اپنے ساتھیوں کو جگانے والا تھا تاکہ آغا صاحب کو ڈھونڈ نکالیں ایسا نہ ہو کہ وہ دشمن کے شکنجے میں پھنس گئے ہوں لیکن پھر اچانک میری نظر مکان میں موجود ایک اضافی کمرے پر پڑی جہاں لکڑیاں رکھی ہوئی تھی، وہاں جا کر دیکھا تو آغا صاحب تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ٹارچ کی روشنی ان پر ڈالی تو ان کی آنکھوں سے آنسوں کو بہتے اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے پایا۔ مولوی وزیر صاحب مزید کہتے ہیں: آغا صاحب کی اور خوبی ساتھیوں کی خدمت اور ان کی خاکساری تھی، ہمارے امیر ہونے کے باوجود وہ ساتھیوں کیلئے کھانا پکانے اور کھانے کے برتن خود دھوتے تھے اور کسی کو یہ کام کرنے نہیں دیتے تھے۔ وزیر صاحب کہتے ہیں کہ جہاد کے اس سفر میں جب ہم ساتھیوں کے پہرہ دینے کا وقت لکھتے تو ہر ساتھی کو ایک گھنٹہ پہرہ دینا پڑتا لیکن آغا صاحب خوشی سے تین گھنٹے کا پہرہ لکھوا لیتے اور نہایت خوشی سے یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔

ملا محمد فرید قیام کہتے ہیں: شہید آغا صاحب اپنے گروپ کے امیر ہونے کے باوجود خود کو ایک عام مجاہد سمجھتے تھے اور کبھی کسی نے محسوس نہیں کیا کہ انہوں نے کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا ہو یا کسی مجاہد کو اپنے سے کمتر سمجھا ہو۔ ہر مجاہد سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ایک ہی ملاقات میں ہر شخص آپکے اعلیٰ اخلاق کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اللہ تمام مجاہدین کو آغا صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوثی باغیوں کے ہاتھوں صنعا کا سقوط اور یمن کا تاریک مستقل

حسن مومند

اندرونی ہنگامہ آرائیوں کے بیرونی مداخلت کا شکار مشرق وسطی کا مشہور مسلمان ملک یمن میں گذشتہ سال اگست 2014 کے بعد حوثی باغیوں کی شروع کردہ تحریک بالاخر یمن کی حکومت پر ان کے مکمل قبضے پر منتج ہوئی۔اور یمن کی حکومت ختم ہوگئی۔باغیوں نے پہلے ریڈیو سٹیشن اور پھر صدارتی محل پر قبضہ کیا۔بعدازاں تمام حکومتی دفاتر اور پارلیمنٹ کی عمارت پر قبضہ کرکے پارلیمنٹ تحلیل کردی۔اور اس سے چند دن قبل صدر عبدربہ منصور ہادی اور وزیراعظم خالد بحاح کے استعفا کے بعد جو خلا بن گیا تھا اسے بہتر طریقے سے اپنے منصوبے کے مطابق پُر کیا۔

صدر کی جگہ ایک پانچ رکنی کمیٹی بنائی گئی جو آئندہ دو سالوں تک عبوری حکومت کے تمام معاملات چلائے گی اور پارلیمنٹ کی جگہ 500 ، افراد کی ایک قومی کمیٹی کا اعلان کیا گیا جو تحلیل شدہ پارلیمنٹ کی جگہ قانون سازی کرے گی اور پارلیمنٹ کے معاملات کو آگے بڑھائے گی۔

حوثیوں نے صدر کے گھر پر ہلکے اور بھاری اسلحے سے حملہ کیا مگر صدر محفوظ رہے۔حوثی باغی طاقت کے بل پر حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے بہت پہلے یہ منصوبہ بنایا تھا جس پر عمل کرکے انہیں کامیابی ملی۔اقوام متحدہ کے سکیورٹی کونسل نے اس حملے کی مذمت کی اور حوثیوں کے سربراہ عبدالمالک حوثی پر کرپشن کے الزامات عائد کرکے کہا کہ ملک کے حالات بہت حساس ہیں۔

صدر کے گھر پر حملے سے قبل جب حوثیوں نے صدارتی محل پر قبضہ کیا تھا تب ہی صدارتی محل کے خصوصی محافظ دستے کے کمانڈر بریگیڈیئر صالح الجمالی نے اسے حکومت کا خاتمہ قرار دیا تھا اور بعد میں وہی ہوا۔

بہت جلد صدر اور وزیراعظم نے اپنا استعفی پیش کردیا۔اور اس کے بعد حوثیوں نے طاقت کے بل پر کابینہ بھی تحلیل کردی اور اپنی نئی حکومت کا اعلان کردیا۔

گذشتہ سال ستمبر میں بھی حکومت اور حوثیوں کے درمیان لڑائی میں بہت سے جانی نقصان کے بعد ایک معاہدہ کیا گیا تھا جس کے مطابق انہیں دارالحکومت سے نکل جانا چاہیے تھا مگر حوثی نہ صرف دارالحکومت سے نہیں نکلے بلکہ دارالحکومت کے سنی آبادی کے علاقوں اور ملک کے مغربی علاقوں میں ٹھکانے بنا کر اپنے قدم خوب جمالیے اور اب فرصت پاکر حکومت پر قبضہ کرلیا۔

یمن مغربی ایشیا میں واقع مشرق وسطی کا مشہور اسلامی ملک ہے۔اس کے شمال میں سعودی عرب اور مشرق میں عمان واقع ہے۔جنوب میں بحیرہ عرب اور مغرب میں بحیرہ عرب اور خلیج عدن واقع ہے۔اس کی قومی زبان عربی اور دارالحکومت صنعا ہے۔اس کا رقبہ 527968 کلومیٹر ہے۔2007 تک ہونے والی مردم شماری کے مطابق اس ملک کی آبادی 20 ملین سے زیادہ ہے۔اور کہا گیا ہے کہ یہ 30 ملین تک پہنچتی ہے۔تاریخی لحاظ سے اسے سبائیوں کا ملک سمجھا جاتا ہے۔حضرت سلیمان علیہ وعلی نبینا الصلاۃ والسلام کے زمانے میں ملکہ سبا بلقیس بھی یہیں گذری ہیں۔مسیحیت یہاں چوتھی صدی عیسوی میں پہنچی ہے۔ابرہہ بھی اسی یمن کا حاکم تھا جس نے 570ء میں اپنے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ بیت اللہ پر حملہ کیا تھا اور مکہ پہنچ کر ہلاک ہوا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یمن ایک بہترین خطے پر مشتمل ملک کا نام تھا۔عمان جو جزیرۃ العرب کا ایک بڑا ملک ہے وہ بھی یمن کا حصہ تھا۔سعودی عرب کا مشہور شہر نجران بھی پہلے کا یمن کا حصہ رہا۔ایک زمانے میں حبشہ اور اریٹیریا بھی یمن کا حصہ تھے۔

عدن نامی یمن کا بڑا حصہ پہلے یمن کا حصہ تھا جو یمن سے الگ ہوا اور بڑے عرصے تک برطانیہ کی نو آبادیات رہا۔بیسویں صدی عیسوی میں یہاں برطانیہ نے قدم رکھے۔عثمانی خلافت نے یمن کے شمالی حصے کا دفاع

تو کیا اور یہ آدھا حصہ یمن ہی رہا مگر ملک کا جنوبی حصہ برطانیہ کے قبضے میں چلا گیا۔1967 تک یہ برطانیہ کی کالونی رہا۔1967 میں یہ جنوبی حصہ برطانیہ سے آزاد ہوگیا مگر جنوبی یمن کے نام سے یہ پھر بھی ایک مستقل ملک کی حیثیت سے الگ رہا جہاں اشتراکیت کا تسلط تھا۔دو دہائیوں کی کوششوں کے بعد 22 مئی 1990 میں اس کی باقاعدہ حیثیت ختم کرکے اسے یمن کا حصہ بنادیا گیا اور پورے یمن کا نام جمہوریہ یمنیہ رکھا گیا۔ یمن میں اس تاریخ کو یوم آزادی کے طور پر منایا جاتا ہے مگر چونکہ یمن میں اب حالات نازک ہیں اس لیے یہ پیوند بھی نازک رہا۔

دارالحکومت صنعاء دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔ یہاں قدامت کے آثار اب بھی نظر آتے ہیں۔یہ ماضی میں بہت بڑا تجارتی مرکز رہا ہے۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس شہر کی بنیاد حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے غمدان بن سام نے رکھی تھی۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس شہر کا پرانا نام ازال تھا جو نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی ایک کے نام پر رکھا گیا تھا۔بعد میں جب یہاں حبشی لوگ یہاں آئے اور دیکھا کہ اس شہر کی عمارتیں لکڑی سے بنائی گئی تھیں اور بہت مضبوط تھیں تو حبشیوں نے صنعہ صنعہ کہنا شروع کردیا۔حبشی زبان میں صنعا کا معنی تھا بہت مضبوط۔بس اسی روز سے اس شہر کا نام صنعا پڑگیا اور آج تک اسے صنعاء ہی کہا جاتا ہے۔

یہ شہر بہت سی پرانی تہذیبوں کا مرکز گذرا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت یہاں کسریٰ کی حکومت تھی اور کسریٰ کی جانب سے یہاں باذان کو حاکم مقرر کیا گیا تھا۔یہی باذان بعد میں مشرف بہ اسلام ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی جانب سے انہیں یہاں کا گورنر مقرر کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں اسود عنسی نامی ایک مکار شخص نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔بہت سے ناسمجھ لوگ اس کی باتوں میں آکر گمراہ ہوگئے اور یہ لوگ آہستہ آہستہ اتنے مضبوط ہوگئے کہ انہوں نے حضرت باذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرکے صنعاء پر قبضہ کرلیا۔مگر یہ قبضہ زیادہ طویل نہیں ہوا۔رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یمن کے رہنے والے تھے انہوں نے اسود عنسی کو قتل کیا اور صنعاء کو اس کے تسلط سے آزاد کرادیا۔یہ رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات کے دن تھے۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی خبر دی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے مسلمانوں کو خوش خبری دی کہ اسود عنسی فیروز دیلمی کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔اسود عنسی کی ہلاکت سے لے آج تک یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔

سابق صدر علی عبداللہ صالح جو 33 سال تک اس ملک پر مسلط رہااور عوامی وفوجی تمام عہدوں پر اپنے خاندان کے افراد کو بٹھائے رکھا۔اپنی دور حکومت میں انہوں نے اور ان کی کابینہ نے ملک کے تمام قدرتی ذخائر انتہائی بے دردی سے لوٹے۔اس ظلم کے ساتھ ساتھ ان کا ایک ظلم یہ بھی تھا کہ اپنی حکومت کے تمام سیاسی مخالفین کے ساتھ انہوں نے مفاہمت کے راستے بند رکھے تھے اور طاقت کے بل بوتے پر ہر مسئلے کے حل کی پالیسی اختیار کررکھی تھی۔ جس کی وجہ سے عوام میں شدید مایوسی پھیلتی رہی۔2011 میں صدر نے قانون میں نئی تبدیلیوں کا آغاز کیا تو ایک جانب عوام کی مایوسی اپنے عروج پر تھی اور دوسری جانب مختلف عرب ممالک میں اپنی حکومتوں کے خلاف تحریکیں شروع ہوچکی تھیں۔یمن کے عوام نے ان سے رنگ لیا اور حکومت کے خلاف عوامی تحریک شروع کردی۔ جس کے نتیجے میں مغرب کے حمایت یافتہ صدر علی عبداللہ صالح کی حکومت ختم ہوگئی۔ مگر عبداللہ صالح نے مغرب اور عرب بادشاہوں کے ایک اور پسندیدہ لیڈر اپنے نائب عبدربہ منصور ہادی کو اپنی جگہ حکومت پر بٹھادیا۔ جس سے امریکی حمایت یافتہ حکومت کو اور طول ملنے لگی اور عوام میں تبدیلی کے متعلق توقعات مایوسیوں میں بدلنے لگیں۔ یہ حکومت سابقہ حکومت سے بھی زیادہ کرپٹ نکلی جس کی وجہ سے عوامی حمایت سے محروم ہوکر کمزور ہوتی چلی گئی۔حوثی قبیلے کے باغیوں نے اسی کمزوری کو بھانپ لیا اور گذشتہ سال اگست میں حکومت کے خلاف بغاوت کردی۔بہت کم وقت میں یہ تحریک اتنی مضبوط ہوگئی کہ ستمبر میں انہوں نے صنعاء اور دو دیگر شہروں پر قبضہ کرلیا۔

یمن کو دو حصوں شمالی اور جنوبی میں تقسیم کیا گیا ہے۔جنوبی حصے میں حوثی قبیلے سے تعلق رکھنے والے زیدی شیعوں نے اگست 2014 میں بغاوت کردی۔ اس بغاوت کی سربراہی حوثی قبیلے کے ایک نوجوان عبدالمالک حوثی کررہا تھا اور اس کا آغاز ضلع عمران سے کیا گیا تھا۔ حکومت کے خلاف مظاہرے کے لیے سب سے پہلا اجتماع اسی ضلع میں منعقد کیا گیا تھا۔جس سے گفتگو کرتے ہوئے عبدالمالک حوثی نے کہا:" حکومت کی تبدیلی اور مہنگائی وبے روزگاری کا خاتمہ ہمارے دو بڑے مطالبات ہیں۔"

شروع میں حکومت نے ان کے دو مطالبات پر توجہ نہ دی کیوں کہ ان کا اندازہ یہ نہیں تھا کہ یہ مظاہرے پورے ملک میں پھیل کر دارالحکومت تک پہنچ جائیں گے۔ جب ملک کے دیگر شہروں کے لوگ بھی ان مظاہروں میں شریک ہوکر سڑکوں پر نکل آئے اور دارالحکومت میں جمع ہوکر بڑی شاہراہوں پر ان کا قبضہ کیا، وزارت داخلہ سمیت کئی حکومتی تنصیبات انہوں نے محاصرہ کرلیے تو صدر عبدربہ منصور الہادی سمجھ گئے کہ اب حالات خراب ہونے لگے ہیں تو انہوں نے حوثیوں کے دونوں مطالبات تسلیم کرلیے۔ اقتصادی ترقی اور بے روزگاری کے خاتمے کے لیے بھی اقدامات کیے اور یہ اعلان بھی کیا کہ یہ کابینہ ختم کرکے نئی کابینہ بنائی جائے گی۔ جس میں وزیراعظم محمد مبارک ہوں گے اور اس انتظامیہ میں تمام علاقوں اور قبائل کی نمائندگی ہوگی۔

مگر حکومت کا یہ اعلان اس لیے بے فائدہ ثابت ہوا کہ محمد مبارک نے بھی وزارت عظمی قبول کرنے سے انکار کردیا اور حوثیوں نے بھی اسے مسترد کردیا۔

حوثیوں نے حکومت کو کمزور دیکھا تو ان کے مطالبات اور بڑھ گئے۔ صنعاء میں اپنے حامیوں سے گفتگو کرتے ہوئے عبدالمالک حوثی نے کہا کہ اب ہمارا مطالبہ صرف کابینے کی تبدیلی نہیں بلکہ ہم جنوبی یمن کی آزادی چاہتے ہیں۔ صدر عبدربہ اور دیگر سیاسی قائدین نے جب ان کا یہ مطالبہ غیر قانونی قرار دیا اور سختی سے اس کی تردید کی تو حوثی قبیلے نے اپنے حزب الانصار نامی مسلح گروپ کے ذریعے صدارتی محل اور وزیراعظم آفس پر حملہ کردیا۔ حوثیوں کا یہ مسلح گروپ 25 سال سے فعال ہے۔ اس واقعے میں حکومتی سکیورٹی محافظوں کی دفاعی فائرنگ میں 30 کے قریب افراد ہلاک اور بہت سے زخمی ہوگئے۔

حوثی قبیلے کے مظاہرین جب دارالحکومت پہنچے اور پھر وزارت خارجہ کی عمارت کا محاصرہ کرلیا تو کسی قسم کے مذاکرات پر تیار نہ ہوئے اور آگے بڑھتے گئے کیوں حکومت نے ان کے خلاف اسلحہ استعمال نہ کرنے کا موقف اختیار کیا ہوا تھا۔ مگر حکومت کی دفاعی کارروائی اور اس کے نتیجے میں مظاہرین کی ہلاکتوں سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ مذاکرات پر تیار ہوگئے اور مذاکرات کا آغاز ہوگیا۔ مذاکرات میں اقوام متحدہ کے مندوب جمال بن عمرو کو ثالثی کے اختیارات دے دیے گئے۔ مذاکرات میں بہت سی رکاوٹیں آئیں مگر آخر کار اشیاء ضرورت کی قیمتیں کم کرنے، حکومت گرنے اور قومی حکومت تشکیل دینے پر دونوں فریقین کا اتفاق ہوگیا۔ اس کے بعد یہ امیدیں پیدا ہوگئیں کہ شاید حکومت کے خلاف مظاہرے ختم ہوجائیں گے اور یمن بڑے ہنگاموں اور خانہ جنگی سے محفوظ ہوجائے مگر چونکہ دل سے دونوں فریق مذاکرات اور مذاکرات کے فیصلوں کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے تو ناکامی کی علامات بہت جلد ظاہر ہونے لگیں۔

اصل بات یہ ہے کہ کوئی ایک فریق بھی قومی مفادات کی تحفظ کے لیے مذاکرات پر سنجیدگی سے راضی نہ تھا بلکہ ہر فریق نے مقابل فریق کو کمزور کرنے اور مذاکرات کے ذریعے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مذاکرات پر راضی ہوا تھا۔ اس لیے کسی فریق نے بھی مذاکرات کے بعد پرخلوص اقدام کرنے سے گریز کیا۔

یہ بات تو واضح ہے کہ حوثی قبیلے کا کوئی فرد یا ان کی مرضی کا کوئی فرد وزیراعظم نہ بنادیا جائے تب تک حوثی راضی نہ ہوں گے۔ اس لیے صدر اگر واقعی بغاوت کا خاتمہ اور قومی حکومت تشکیل دینا چاہتے تو اسے جلد از جلد یہ اقدام کردینا چاہیے تھا۔ مگر صدر نے وزارت عظمی کے لیے ایسے شخص کو پیش کیا جسے حوثیوں نے بہت جلد مسترد کردیا اور اس کے ساتھ بن مبارک نے بھی اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کرکے صدر کو اپنی معذرت پیش کردی۔

صدر نے وزیراعظم کی تقرری اور حوثیوں کے مطالبے پر توجہ دینے اور قومی حکومت تشکیل دینے میں بہت تاخیر کردی اور آج تک اس حوالے سے کوئی اقدام نہیں کیا۔

حکومت کی طرح حکومت کے مخالفین بھی اپنے کے پابند نہیں ہیں۔ باوجود اس کے کہ مذاکرات کی بات ہوچکی تھی مگر انہوں نے اسلحہ نہیں رکھا، نہ حکومتی تنصیبات سے اپنے محاصرے ختم کیے اور نہ دارالحکومت کو خالی کرنے پر تیار ہوئے۔

صلح کے معاہدے کے دو دن بعد دارالحکومت صنعاء میں حوثیوں کے مظاہرے میں پے درپے دو بم دھماکے ہوئے۔ جس میں 70 سے زیادہ افراد ہلاک اور 200 سے زیادہ زخمی ہوگئے۔ ان دونوں حملوں کی ذمہ داری القاعدہ نے اپنے ذمہ لی۔ ان حملوں کے بعد حوثیوں نے معاہدہ توڑنے کا اعلان تو نہیں کیا مگر عملاً وہ سب کچھ کردیا جس کی وجہ سے یہ معاہدہ بے معنی سا ہوکر رہ گیا اور یمن کو بھی شام کی طرح بڑی خانہ جنگی کا سامنا ہوا۔

حوثی باغیوں نے الحدیدہ نامی ساحلی شہر پر قبضہ کیا۔ اس شہر میں سمندری

فوجیوں کا ایک اڈہ، ایک ایئرپورٹ اور الحدیدہ بندرگاہ بھی ان کے قبضے میں آگیا۔

بحر احمر کے کنارے واقع الحدیدہ شہر باوجود اس کے کہ یمن کے بڑے شہروں میں سے ہے اس کی اسٹریٹجک اہمیت بھی زیادہ ہے۔ آبادی کی تعداد 2 ملین تک ہے۔ یہاں ایئرپورٹ اور سمندری فوج کا بڑا اڈہ بھی موجود ہے۔ سعودی عرب کے سرحد کے بہت قریب واقع ہے اور یہ بندرگاہ عدن کے بندرگاہ کے بعد سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔

حوثی باغیوں نے یہ شہر بہت آسانی سے قبضہ کیا اور ان کے خلاف فوج یا شہریوں کی جانب سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔ اس لیے کہ صدر عبدربہ نے حکم دیا کہ حوثیوں کے خلاف عوام اور فوج مزاحمت سے احتراز کریں۔

اسی عدم مزاحمت نے حوثیوں کو دلیر کردیا۔ الحدیدہ پر قبضے کے بعد انہوں نے اعلان کردیا کہ بہت جلد وہ آگے بڑھیں گے۔ اس اعلان کے بعد سعودی عرب کے سرحد کی جانب انہوں نے پیش قدمی شروع کردی اور سعودی سرحد کے قریب حرض نامی سرحدی عسکری مرکز پر بہت آسانی سے قبضہ کرلیا۔

الحدیدہ پر قبضہ کے ساتھ خلیجی ممالک اور مشرق کے امور کے ماہرین نے کہہ دیا تھا کہ الحدیدہ کی جانب حوثیوں کی توجہ اور بحر احمر کی بندرگاہوں پر قبضہ سے ایسا معلوم ہورہا ہے کہ انہیں مخصوص پروگرام دیا گیا ہے اور وہ اپنے تشکیل کردہ منظم منصوبے کے تحت چاہتے ہیں بین الاقوامی تجارت کے سب سے اہم سمندری راستے باب المندب پر قبضہ کریں۔

باب المندب پر حوثیوں کے قبضے سے ایران کو بہت بڑا فائدہ پہنچے گا اس لیے اکثر تجزیہ کاروں کا کہنا تھا کہ ان کے حالیہ اقدامات ان کے اپنے ارادے سے نہیں بلکہ ایران کے ورغلانے پر اور ان کے دیے ہوئے پروگرام کے مطابق تھے۔

یمن حکومت تو کئی سالوں سے کہہ رہی ہے کہ ایران حوثی قبائل کی حکومت مخالف تحریک کو ابھارنے کی کوشش کررہا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ یمن حکومت کا خاتمہ کرے اور اس کی جگہ حوثیوں کو اقتدار دلائے۔

ایران یہاں اپنی پسندیدہ حکومت لاکر خطے میں اپنے اثر ورسوخ میں اضافہ اور بے شمار مادی مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یمن حکومت کا یہ بھی کہنا ہے کہ صدر کی جانب سے وزارت عظمیٰ کے لیے نامزد بن مبارک کو حوثیوں نے نہیں ایران نے مسترد کردیا ہے۔ ابھی جب حوثیوں نے صنعاء پر قبضہ کیا ہے تو ایران پر بھی تنقید ہورہی ہے کہ ان سب کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے۔ ایران نے ان الزامات کی تردید کردی ہے مگر گذشتہ دنوں تہران نے بہت وضاحت کے ساتھ یمن کی تقسیم اور جنوبی یمن میں حوثیوں کی الگ حکومت بنانے کی حمایت کی۔

میں کہتاہوں کہ ایران کی جانب سے حوثیوں کی حمایت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا مگر صرف ایران کے بھروسے حوثی اتنا بڑا اور خطرناک اقدام نہیں کرسکتے۔ حوثیوں کو حاصل اصل اعتماد امریکا کا ہے۔ افغانستان اور عراق سمیت امریکا نے اسلامی دنیا کے جس ملک میں بھی جارحیت کی ہے تو نہ صرف یہ کہ شیعوں نے ان کے خلاف اسلحہ نہیں اٹھایا بلکہ امریکا کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوکر امریکا کو یہ پیغام دیا ہے کہ ان کے مفادات صرف شیعوں کو اقتدار دلانے کی صورت میں ہی پورے ہوسکتے ہیں۔ اس لیے اب عرب دنیا میں تمام علامات ایسی نظر آرہی ہیں کہ امریکا عرب دنیا پر جتنا بھی ممکن ہو شیعوں کو مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے یہاں بھی پہلے یہ کوشش کی جائے گی کہ حوثیوں کو اقتدار تک پہنچایا جائے۔ مگر یہ سب اتنا آسان نہ ہوگا کیوں کہ حوثیوں کی آبادی یہاں تیس فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لیے دوسرے مرحلے میں کوشش یہ ہوگی کہ زیر زمین ذخائر سے مالا مال جنوبی اور مشرقی حصوں کو الگ کرکے یہاں حوثیوں کی حکومت بنانے کے لیے راہ ہموار کی جائے۔

یہ سوالات اس لیے قابل توجہ نہیں ہیں کہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ ایران اور امریکا کے مفادات میں ٹکراؤ رہے۔ جس طرح عراق میں دونوں کے مفادات متفق تھے۔ صدام حسین دونوں کا مشترکہ دشمن تھا اس لیے اس کا خاتمہ دونوں کے مفاد میں تھا۔ جس کے لیے عراق میں یہ دونوں ایک دوسرے کے معاون رہے۔ یہاں القاعدہ کو دونوں اپنا

مشترکہ دشمن سمجھتے ہیں اور حوثیوں کو اپنے لیے القاعدہ سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں اس لئے ایک دوسرے کی معاونت کررہے ہیں نہ کہ مخالفت۔ سی آئی اے کے ایک بڑے افسر مائیکل ویکرز نے نہایت واضح الفاظ میں کہا ہے کہ گذشتہ سال امریکا نے حوثی قبیلے سے تعلقات بڑھائے اور انہیں تعاون کا اطمینان دلایا۔انہوں نے مزید کہا ہے کہ حوثی گروپ اب مشرق وسطی اور خصوصا یمن میں القاعدہ کے خلاف جنگ میں امریکا کے اہم ترین اتحادیوں میں سے ہے۔ حوثیوں اور امریکا کے درمیان خفیہ معاہدہ ہوچکا ہے۔ امریکا سے وفاداری کی صورت میں امریکا حوثیوں کے ساتھ بھی انٹیلیجنس معلومات شریک کرے گا اور ان کے ساتھ تعاون کرے گا۔ گذشتہ سال جون میں صنعاء پر حوثیوں کا قبضہ امریکا اور حوثیوں کے مشترکہ منصوبے کے نتیجے میں ہوا تھا۔

مشہور عربی چینل الجزیرہ نے اپنی ویب سائٹ پر لکھا ہے کہ یمن میں جنگ اور ہنگامے امریکا کے مفادات کو تولید ہے۔پینٹاگون یمن کے شمالی ، جنوبی اور مشرقی تین حصے کرنا چاہتا ہے۔امریکا عراق کی طرح یمن کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کے لیے بھی فوج بھیجنا چاہتا ہے جس کے استقبال کے لئے حوثی تیار بیٹھے ہیں۔

علی عبداللہ صالح کی حکومت ایک غیر منظم حکومت تھی ۔ سکیورٹی ادارے انتہائی کمزور تھے۔اکثر اوقات قبائل میں جنگیں جاری رہتیں۔اور کسی حد تک فرقہ وارانہ جنگیں بھی جاری رہتیں۔ اس لیے یمن القاعدہ کے لیے بہترین پناہ گاہ بن چکا تھا۔القاعدہ نے یمن میں 2000ء میں پہلی بار اپنی تنظیم کا آغاز کیا۔ اور 2010 تک یہاں اپنے قدم بہت مضبوطی سے جمالیے۔ سعودی عرب اور یمن کے درمیان کے پہاڑی علاقے القاعدہ کے لیے بہت محفوظ ٹھکانے ہیں۔ اور یہیں پر ان کے بہت سے تربیتی کیمپ قائم ہیں۔ 2011 میں یمن میں جب شورش نے سر اٹھایا تو القاعدہ نے بھی بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا اور وہاں اپنی امارت کا اعلان کردیا۔اس کے بعد جنوب مشرقی حصوں میں تحریک مضبوط ہوئی جس سے حکومت کو بہت سی مشکلات کا بھی سامنا ہوا۔ القاعدہ نے 2000ء میں یو ایس ایس کول سمندری بیڑے پر اور 2008 میں یمن میں امریکا کے سفارت خانے پر حملے کیے ۔ 2009 میں ڈیٹرائٹ جانے والے طیارے پر بھی حملے کی کوشش کی۔امریکا کے ڈرون طیاروں نے یہاں بہت سے حملے بھی کیے ہیں جس میں مجاہدین کو بہت سے جانی نقصانات بھی ہوئے ہیں۔مگر چونکہ مجاہدین نے اس علاقے میں جاسوسوں کی آمد ورفت روک دی ہے اس لیے ان کی قیادت کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔امریکا یہاں صرف انور العولقی ہی کو مارنے میں کامیاب ہوا ہے۔ القاعدہ کو ختم کرنے کے لیے امریکا یمن حکومت سے بھی فوجی تعاون کرتا ہے۔یمن حکومت نے بھی القاعدہ سے لڑنے کا اعلان کیا ہے مگر القاعدہ اور یمن حکومت کے درمیان اب تک کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی امریکا نے حال ہی میں القاعدہ قائدین کے سروں کی قیمتوں کا اعلان کیا تھا اور القاعدہ قائدین کے بارے میں اطلاع دینے والے کو 45 ملین ڈالرانعام دینے کا اعلان کیا تھا۔ آج کل حوثیوں کی جانب سے القاعدہ کے خلاف اگر جنگ کا محاذ گرم ہے تو وہاں کے سینوں میں بھی نفرت بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ملک کے جنوب میں جہاں حوثی طاقت ور ہیں یہیں پر القاعدہ کو سنی قبائل کی وسیع حمایت حاصل ہے۔اور القاعدہ نے کہا ہے کہ حوثی باغی امریکا کے حکم پر نکلے ہیں اوراسی امریکا کے مفادات کے لیے ہی لڑرہے ہیں۔اس لیے حوثیوں کا راستہ اگر کوئی روکے گا تو وہ القاعدہ ہی روکے گا۔

القاعدہ جو اب حوثیوں کے خلاف جنگ کے میدان میں نکلا ہے ان سے توقع بھی یہی ہے کہ وہ حوثیوں کا راستہ روک دیں گے مگر یہ یمن کے عوام کے لیے کوئی اچھی خبر نہ ہوگی۔ اس سے یمن میں فرقہ وارانہ جنگوں کو اور بھی ہوا ملے گی۔ یہاں بھی شام کی طرح فضا قائم ہوگی اور یمن شمالی ، جنوبی اور شرقی حصوں میں تقسیم ہونے کے اور قریب ہوجائے گا۔یمن کو یقینا ان تمام خطرات کا سامنا ہے مگر افسوس پوری اسلامی دنیا میں کوئی نہیں جو اس کی روک تھام کے لیے مناسب اقدام کرے۔

شمالی علاقوں سے بھی مسلح لشکروں کا تقریبا خاتمہ کردیا ہے

قندوز کے جہادی سربراہ ملا عبدالسلام بریالی سے گفتگو

انٹرویو: ابو عابد

قندوز افغانستان کے شمال میں واقع ہے۔ جس کے مشرق میں تخار، جنوب میں بغلان، مغرب میں بلخ اور شمال میں پڑوسی ملک تاجکستان کے حدود واقع ہیں۔ قندوز صوبہ جو 8040 مربع کلومیٹر کے رقبے پر مشتمل ہے۔ اس کی آبادی تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق 8 لاکھ سے زیادہ بتائے جاتے ہیں۔

قندوز مرکزی شہر کے علاوہ امام صاحب، چاردری، قلعہ زال، علی آباد، خان آباد اور دشت ارچی کے چھ اضلاع پر مشتمل ہے۔ قندوز کے شہریوں میں پشتون، تاجک، ازبک، ترکمن، ایماق اور ہزارہ شامل ہیں۔ قندوز کا مرکز قندوز شہر ہے جو افغانستان کے شمال میں مزار شریف کے بعد سب سے بڑا شہر ہے۔

ملا عبدالسلام بریالی جو افغانستان کے شمال میں چیدہ چیدہ جہادی رہنماؤں میں سے ہیں ابھی قندوز کے جہادی سربراہی ان کے ذمے ڈالی گئی ہے۔ شریعت کے اس شمارے کے لیے ہم نے ان سے گفتگو کی ہے جو قارئین کے نذر ہے۔

سوال: محترم بریالی صاحب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ سب سے پہلے قارئین کو اپنا تعارف کرائیں گے؟

جواب: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد: میں آپ کو اور ہمارے قارئین کو سلام اور نیک تمنائیں پیش کرتا ہوں۔ اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے قارئین سے ہماری ملاقات کا اہتمام کیا۔ میرا نام عبدالسلام ہے قندوز کے دشت ارچی کا رہائشی ہوں اور اب بھی امارت اسلامیہ کی قیادت میں صوبہ قندوز کے عسکری امور کی ذمہ داری نبھا رہا ہوں۔

Kunduz 27-10-2014

سوال: محترم بریالی صاحب سب سے پہلے اہم موضوع کی طرف آتے ہیں۔ یہ سال قندوز میں عسکری تبدیلیوں کے حوالے سے ایک انقلابی سال تھا۔ قندوز کا اکثریتی علاقہ دشمن کے وجود سے پاک ہوگیا ہے۔ اس حوالے سے اگر قندوز مرکز اور اضلاع کے حوالے معلومات ہمارے ساتھ شریک فرمائیں۔ خیبر آپریشن کے سلسلے میں قندوز میں کونسی کامیابیاں حاصل کی گئیں؟

جواب: قندوز میں رواں سال کی کامیابیوں اور مفتوحہ علاقوں کی صورتحال آپ کے سامنے واضح کرنے کے لیے میں اس سے قبل قندوز کے حالات کے متعلق عرض کرنا چاہوں گا۔

چند سال قبل جب امریکی اور دیگر جارح قوتوں نے داخلی دشمن کے ساتھ مل کر قندوز اور دیگر بہت سے صوبوں میں اربکی سازی کا سلسلہ شروع کیا تو اس کے لیے شدید فوجی آپریشن، بمباری اور وحشیانہ کارروائیوں کا سلسلہ شروع کردیا۔ جارحیت پسندوں کے بہت زیادہ دباؤ کے باعث قندوز کے اکثر علاقوں میں بھی اربکی مسلط ہوگئے۔ یہاں تک کہ قندوز مرکز کے مضافات بوز، کوچنی کنم اور باباجان کے دیہاتوں کے علاوہ سارے علاقے اربکیوں کے تسلط میں آگئے۔ چہار درہ، امام صاحب، قلعہ زال اور دیگر اضلاع کے تقریبا تمام علاقے دشمن کے زیر قبضہ تھے۔ گاؤں دیہاتوں میں اربکیوں کی چیک پوسٹیں قائم کی گئیں۔ تب مجاہدین مجبور تھے کہ صرف گوریلا حملے کریں۔ مگر اس سال کے دوران الحمد للہ قندوز میں ایسی جہادی تبدیلی آئی ہے کہ اکثر علاقے فتح ہوگئے ہیں اور دشمن تمام اطراف سے سمٹا جارہا ہے۔

مثلاً قندوز مرکز کے مضافات میں مشرق کی جانب لوی کنم، گاڑی، کہنہ قشلاق،

بوتہ کشان، قاری ناصر، خزانی، سازی، شاخ کوترجی، حضرت سلطان، دوراہی، سی دوکانہ قلعہ جای، کنٹہ خیل، چارگذر، جورگذر، سنزبی، ملرغی نویان اور بہت سے گاؤں ہیں جو اربکیوں سے پاک ہوگئے ہیں اور مجاہدین کے زیر کنٹرول ہیں۔

مغربی جانب گورتیپی کا علاقہ جو بہت اونچا علاقہ ہے اور بہت سے گاؤں یہاں موجود ہیں یہ مکمل طور پر آزاد ہوگیا ہے۔ شہر کے دیگر اطراف میں بھی دشمن کی اہم چیک پوسٹیں موجود تھیں جو ختم ہوگئی ہیں۔ اور دشمن کا اقتدار واختیار صرف قندہار شہر کے دروازے تک محدود ہوگیا ہے۔ ضلع چاردرہ جس کے تمام گاؤں پہلے اربکیوں کے زیر تسلط رہے اور مجاہدین وہاں صرف گوریلا کارروائیاں کرتے تھے اب 95 فیصد دشمن کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اور مجاہدین کے زیر کنٹرول ہے۔ اس ضلع میں اربکیوں کی درجنوں چیک پوسٹیں ختم ہوچکی ہیں۔ اب بھی چاردرہ میں صرف ضلعی مرکز، قندوز تک جانے والی سڑک اور سرک بالا کے ایک حصہ میں دشمن موجود ہے اس کے علاوہ یہ ضلع مکمل طور پر آزاد ہوچکا ہے۔ دشت ارچی جہاں پہلے مجاہدین صرف دس فیصد علاقے پر حاکم تھے فتوحات کے نتیجے میں اب 95 فیصد علاقہ مجاہدین کے زیردست آگیا ہے اب صرف مرکز میں دشمن موجود ہے۔

ضلع امام صاحب میں جہاں پہلے مجاہدین گوریلا حملے کرتے تھے۔ یہ علاقہ مکمل طور پر دشمن کے ہاتھ میں تھا اب اس کا 60 فیصد علاقہ مجاہدین کے زیر کنٹرول ہے۔ اسی طرح خان آباد، علی آباد اور قلعہ زال میں بھی مجاہدین طاقتور حیثیت کے ساتھ موجود ہیں اور کارروائیوں کا سلسلہ جاری ہے اور کچھ علاقے بھی مجاہدین کے زیر کنٹرول ہیں۔

اس تفصیل کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس سال قندوز میں بے مثال فتوحات ہوئیں اور دشمن کا اربکی سازی کا سلسلہ جس پر بے انتہا اخراجات کیے گئے تھے تقریبا مکمل طور پر ختم ہوگیا ہے۔

سوال: ان کارروائیوں میں صرف دشمن سے علاقے خالی کرائے گئے ہیں یا دشمن کے اہلکار ہلاک بھی ہوئے ہیں۔

جواب: اس سال کی کارروائیاں چار مراحل میں کی گئیں۔ قندوز میں اپنی ہیئت کے مطابق سب سے بڑا آپریشن کیا گیا جس میں سینکڑوں مجاہدین نے بیک وقت شرکت کی۔ ان کارروائیوں میں ہر بار دشمن کو جان ومال کے بھاری نقصان پہنچے۔ دشمن کے درجنوں اربکی قتل اور زخمی ہوئے۔ کئی نے ہتھیار ڈالدیے اور بڑی تعداد میں ان سے اسلحہ اور اہم وسائل مجاہدین کو غنیمت میں ملے۔

سوال: وہ کون سے عوامل ہیں جس کے باعث قندوز میں مجاہدین کی رواں سال کی کارروائیاں کامیاب رہیں؟

جواب: دراصل ہمارا ایمان ہے کہ دنیاوی تصرفات اور تبدیلیاں سب اللہ تعالی کے ارادے سے ہوتی ہیں۔ مجاہدین کو جو فتوحات ملتی ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کی بنیادی وجہ اللہ تعالی کی نصرت ہے۔ اللہ تعالی کی نصرت اور رحمت کے نزول کے لیے مجاہدین کو لازم ہے کہ ایسے کام کریں جو اللہ تعالی کی رحمت اور نصرت کے نزول کا باعث بنے۔

قندوز میں رواں سال مجاہدین کے درمیان آپس کا اتحاد اور تعاون مثالی رہا۔ مختلف اضلاع کے مجاہدین متفقہ آپریشن کرتے۔ دوسری بات یہ کہ عام مسلمانوں کے دل بھی مجاہدین کے ساتھ رہے۔ عام مسلمانوں نے مجاہدین سے اتنا تعاون کیا کہ مرکز کے مضافات میں واقع لوئی کنم کے علاقے میں آپریشن کے روز عام لوگ بھی نکل آئے اور مجاہدین کے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف لڑنے لگے۔ مجاہدین کا مکمل تعاون کیا۔ جنگ کے دوران روٹی اور پکا ہوا گوشت مورچوں تک پہنچاتے۔ اسلحہ جو بھی تھا اسے بلا جھجک مجاہدین تک پہنچاتے۔ جس طرح کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ھوالذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین۔ یہاں بھی اللہ تعالی نے عام مومنوں کے ذریعے مجاہدین کی مدد کی۔ اس آیت کے پیش نظر میں کہہ سکتا ہوں کہ مجاہدین کے درمیان اتفاق واتحاد اور عام مسلمانوں کے ساتھ مخلصانہ تعامل اور ہم آہنگی کی برکت سے مجاہدین اللہ تعالی کی نصرت کے مستحق ٹھہرے اور بالآخر اللہ تعالی کی نصرت کی برکت سے اس علاقے سے اربکیوں کا خاتمہ ہوگیا

سوال: قندوز میں دعوت وارشاد، عدلیہ اور تعلیم کے شعبوں کی کارکردگی کے حوالے سے معلومات ہم سے شریک کریں؟

جواب: دعوت وارشاد اور جلب وجذب کا کام قندوز میں ماشاء اللہ بہت عمدگی سے جاری ہے۔ اس سال کی کامیابیوں میں دعوت وارشاد کا کردار بھی بہت اہم تھا۔ قندوز کے بہت سے علاقوں سے اکثر چیک پوسٹیں عسکری کارروائیوں کے ذریعے ختم کرائی گئیں مگر کچھ چیک پوسٹ اور مورچے ایسے بھی تھے جنہوں نے دعوت وارشاد کے "عفو" پروگرام میں ہتھیار ڈال دیے۔ مثال کے طور پر مرکز کے مضافات میں گورتیپی کے علاقے میں 5 چیک پوسٹوں کے اربکیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالدیے۔ چہار درہ میں بھی 4 چیک پوسٹوں نے مکمل طور پر ہتھیار ڈالدیے۔ اسی طرح دیگر علاقوں میں جگہ جگہ دشمن کے افراد نے ہتھیار ڈالے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

امارت اسلامیہ کا عدالتی نظام بھی قندوز میں پورے نظم وضبط اور ترتیب کے ساتھ فعال ہے۔ ہم نے قندوز کو ابتدائی عدالتوں کے حوالے سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک ابتدائی عدالت مرکز اور خان آباد کے لیے، دوسرا امام صاحب ارچی کے لیے اور تیسرا چہار درہ، علی آباد اور قلعہ زال کے لیے۔ جہاں عام لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے آتے ہیں اور ان کی کارروائی اور فیصلوں سے لوگ مطمئن بھی ہیں۔

تعلیم کے حوالے سے قندوز میں کارکردگی ماضی کی بنسبت بہتر ہے۔ دشمن کا یہ پروپیگنڈہ کے مجاہدین تعلیمی مراکز کو نقصان پہنچا رہے ہیں میں کہتا ہوں امارت اسلامیہ کی پالیسی

کے مطابق مجاہدین نے قندوز میں کبھی بھی تعلیمی اداروں کو نقصان نہیں پہنچایا۔

قندوز میں تعلیم وتربیت کمیشن کی جانب سے تعلیمی اداروں اور مدارس کی باقاعدہ نگرانی کی جاتی ہے۔ اس حوالے سے تعلیمی امور کو آگے بڑھانے کے لیے اچھی اچھی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں اور اس کی کارکردگی سے عام لوگوں کو بھی باخبر رکھا جاتا ہے

سوال: کچھ عرصہ قبل افغانستان کے شمالی جنگجو کمانڈر رشید دوستم جو ابھی اشرف غنی کے نائب ہیں انہوں نے اعلان کیا کہ وہ بیس ہزار افراد پر مشتمل ایک ملیشیا تشکیل دیں گے جو شمالی علاقوں میں مجاہدین سے لڑے گی۔ آپ ان کے اس اعلان پر کیا تبصرہ کریں گے۔

جواب: رشید دوستم جیسا کہ سب جانتے ہیں جارحیت پسندوں کا مشہور غلام ہے۔ افغان عوام کا بہت بڑا قاتل ہے۔ وہ پہلے روس کا اجرتی قاتل تھا اور اب امریکا کے ساتھ ہے۔ اس نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ بیرونی قوتوں کی خوشنودی کے لیے مسلمان عوام کا قتل عام کرے۔ اسی لیے وہ عوام میں قابل نفرت شخص ہے۔ پورے افغانستان اور شمالی علاقوں میں عوام میں اس کے خلاف اتنی شدید نفرت پائی جاتی ہے کہ کوئی بھی اس کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اس کی جانب سے ملیشیا تشکیل دینے کی باتیں صرف پروپیگنڈے کی جنگ گرم رکھنے کے لیے ہیں۔ وہ صوبے جہاں سے کبھی دوستم اپنے لیے فوج بناتا تھا اب اس کی اکثریت مجاہدین کی زیر کنٹرول ہے۔ افغانستان کے شمال میں قندوز، تخار، فاریاب، سرپل، جوزجان اور دیگر صوبے مجاہدین کے مضبوط مراکز ہیں اور عام لوگ انتہائی مضبوطی سے مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ مجھے ان صوبوں کے عوام کا جہادی جذبہ معلوم ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ دوستم عوام کو دوبارہ دھوکہ دیکر مجاہدین کے خلاف استعمال کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

دوستم اور ان کے جیسے دیگر کمانڈروں کی آخری کوشش بس یہی اربکیوں کی تشکیل کی سازش تھی جو شدید شکست کا شکار ہوچکی ہے اور اب یہ بالکل ہی خاتمہ کے قریب ہے۔

سوال: قندوز میں مجاہدین کے نقصانات اسی طرح عام لوگوں کے نقصانات کے حوالے سے معلومات دیں۔ عام لوگوں کے نقصانات کا موضوع اب ایک اہم موضوع بن چکا ہے۔ دشمن کے ذرائع ابلاغ اس کا بہت زیادہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مجاہدین کے علاقوں میں عام لوگوں کو روزانہ کی بنیاد پر بہت زیادہ نقصانات پہنچتے ہیں۔ قندوز میں گذشتہ سال مجاہدین کی جانب سے عام لوگوں کا کوئی نقصان ہوا ہے؟

جواب: مجاہدین کے نقصانات کے حوالے سے بتادیتا ہوں کہ الحمدللہ موجودہ حالات میں مجاہدین کے نقصانات بہت کم ترین سطح پر پہنچ گئے ہیں۔ پہلے جو مجاہدین کا نقصان ہوتا وہ دشمن کے اچانک چھاپوں میں ہوتا تھا اب وہ چھاپے بالکل ختم ہوگئے ہیں۔ گذشتہ چند مہینوں میں صرف چاردرہ میں خارجیوں نے ایک چھاپہ مارا ہے۔ ان کے ساتھ مجاہدین نے لڑائی کی اور دشمن کو شدید نقصان سے دوچار کردیا۔ اور چند کلاشنکوف بھی غنیمت میں حاصل کیے۔ اس واقعے کے بعد کوئی چھاپہ نہیں پڑا۔ اسی طرح دشمن کے ڈرون حملے ماضی کی بنسبت بہت کم ہوگئے ہیں۔

عام لوگوں کے نقصانات کے حوالے سے کہوں گا کہ واقعتا آج کل میڈیا پر اس موضوع کو بہت زیادہ چھیڑا جاتا ہے۔ اور مجاہدین پر عوام کے قتل کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ مگر میں واضح کردوں کہ اس موضوع کو بہت حد تک پروپیگنڈے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ حقیقت ایسی نہیں جس طرح میڈیا پیش کرتا ہے۔ قندوز کی سطح پر آپ کو بتادوں کہ یہ جہادی کارروائیوں کا انتہائی گرم محاذ ہے۔ سب سے زیادہ لڑائیاں یہاں ہوتی ہیں مگر گذشتہ پورے سال کے دوران صرف ایک بار مجاہدین کا موٹر سائیکل بم غلطی سے عام لوگوں پر پھٹ گیا جس سے عام لوگوں کی شہادتیں ہوئیں۔ اس ایک واقعے کے علاوہ کہیں اور عام لوگوں کے نقصان کا کوئی واقعہ سامنے نہیں آیا۔ مگر اس کے باوجود مجاہدین کو ہمیشہ ہدایات میں کہا جاتا ہے کہ عام لوگوں کا بہت خیال رکھا جائے۔ کیوں کہ ہمارے جہاد کا ایک ہدف مسلمان عوام کی تحفظ ہے تاکہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔

سوال: محترم ملاعبدالسلام صاحب

آپ کی وضاحتوں کا بہت شکریہ، آخر میں ایسی کوئی ضروری بات جسے آپ کہنا ضروری سمجھتے ہوں، یا کوئی پیغام جو آپ دینا چاہتے ہوں؟

جواب: اور تو کوئی ایسی بات نہیں۔ آج کل کچھ میڈیا اداروں نے یہ بات پھیلانی شروع کردی ہے کہ شمال میں کچھ آزاد صوبے پیدا ہوگئے ہیں جو امارت اسلامیہ کی ماتحتی تسلیم نہیں کرتے۔ میں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ تمام شمالی صوبوں خصوصا قندوز میں جتنے بھی مجاہدین ہیں سب امارت اسلامیہ کی قیادت میں ہیں۔ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کے حدود میں کارروائیاں سرانجام دیتے ہیں۔ میں دشمن کے اس پروپیگنڈے کی تردید کرتا ہوں۔ اس کا کوئی جزئیہ بھی درست نہیں ہے۔

مجاہدین کے لیے پیغام یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اپنا اتحاد قائم رکھیں۔ مجاہدین کا اتحاد واتفاق ہی وہ سب کچھ ہے جو اللہ تعالی کی نصرت کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا قندوز میں ہم نے اتحاد واتفاق کے برکات دیکھ لیے۔

دوسری یہ کہ مجاہدین امارت اسلامیہ کی قیادت خصوصا امیرالمومنین حفظہ اللہ کی اطاعت کریں۔ یہ امارت جس نے بیس سال باطل کے خلاف حق کا معرکہ لڑا ہے اور بہت سی آزمائشوں میں کامیاب ہوئی ہے یہ اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت کی قدر کریں اور اس سے وفا کریں۔ مجاہدین کو آخری پیغام یہ ہے عام لوگوں سے اچھا سلوک کریں تاکہ وہ مجاہدین سے مایوس نہ ہوں۔

ہلمند آپریشن دشمن کی پریشانیاں

حبیب مجاہد

15 فروری 2015ء سے کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے اہلکاروں اور ان کے بیرونی آقاؤں کی مدد سے ہلمند کے کچھ علاقوں میں بڑے آپریشن کا آغاز ہوا۔ اس آپریشن کو ذوالفقار کا نام دیا گیا تھا، میڈیا میں بڑے پیمانے پر اس کی رپورٹنگ اور تشہیر ہوئی، تاکہ شکست خوردہ اہلکاروں اور ان بے مہار پولیس اور فوج کو کچھ خیالی فتوحات کا جھانسہ دے کر بھاگنے سے روکا جاسکے۔

ہلمند کا یہ آپریشن گرشک کے علاقے میر مند سے شروع ہوا جہاں بڑی تعداد میں غیر ملکی اور ان کے کاسہ لیس افواج طیاروں کے ذریعے زمین پر اترے۔ زمین پر آتے ہی طالبان نے چاروں طرف سے ان پر حملوں کا آغاز کیا۔ یہاں غیر ملکی جارحیت پسندوں نے شدید بمباری بھی کی لیکن دو دن کی مختصر مزاحمت کے بعد ملکی اور غیر ملکی افواج واپس طیاروں کے ذریعے فرار ہوئے۔ میر مند میں ناکامی کے بعد دشمن نے قلعہ گز کے علاقے میں فوجیوں کو زمین پر اتارا یہاں بھی وہ مجاہدین کے حملوں کی زد میں رہے اور ان حملوں نے دشمن کو ایک مرتبہ پھر بھاگنے پر مجبور کیا لیکن بھاگتے دشمن نے اس مرتبہ کئی عام شہریوں کو بھی شہید کیا اس کے ساتھ ہی امریکی اور افغان فوج کے کے کمانڈوز اہلکار سنگین کے علاقے مالسند بازار پہنچے۔ یہاں تاک میں بیٹھے طالبان انہی کے انتظار میں تھے اور آتے ہی ان پر فائر کھول دیئے جس کے نتیجے میں ایک امریکی فوجی ہلاک اور دو شدید زخمی ہوئے۔ اسی طرح ملکی اہلکاروں کو بھی جانی نقصانات اٹھانے پڑے ۔شدید جانی نقصانات اٹھانے کے بعد دشمن نے عام آبادیوں پر شدید بمباری شروع کردی۔ ساتھ ہی شہر میں ملکی کاسہ لیس فوجیوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کیے رکھا اور عوامی املاک کو لوٹنے اور نذر آتش کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ بازار میں محنت مزدوری کرنے والے لوگوں کے 200 سے زیادہ دکانوں کو آگ لگادی۔ حاجی باچا آغا نامی ایک شخص جو بازار میں گاڑیوں کے ایک شورم کے مالک ہیں ان کے شورم کو گاڑیوں سمیت آگ لگادی گئی۔ واضح رہے کہ مالسند بازار سنگین کے صحرا میں اس وقت سنگین کے باسیوں نے بنایا تھا جب کئی سالوں تک امن و امان کی خراب صورتحال کے سبب وہ اپنے گھروں سے نہیں نکل سکتے تھے اس کے بعد وہ مذکورہ صحرا میں آباد ہوئے اور وہاں انہوں نے یہ بازار بنایا۔ لیکن ہلمند کے آپریشن میں دشمن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں یہ بازار نذر آتش کیا، اور لوگوں کی دکانیں، گاڑیاں اور زمینوں کو شدید نقصان پہنچایا۔

اچانک حملوں خفیہ آپریشن اور طیاروں سے اپنی فوج کو فضاء سے زمین پر بھیجنے کی چال کی ناکامی کے بعد دشمن کے اہلکاروں نے بہ یک وقت ہلمند کے پانچ مختلف علاقوں باباجی، مارجہ، سنگین، نوزاد اور واشیر میں بڑے پیمانے پر آپریشن شروع کیا اور مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں میں اپنے اہلکار اتار دیئے جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

واشیر اور نوزاد میں چونکہ دشمن کمزور تھا اس لئے شروع میں انہیں شکست کا سامنا پڑا، دشمن کا فوجی قافلہ جس میں ہرات کے ظفر نامی فوجی اڈے کے اہلکار شامل تھے واپس بھاگنے پر مجبور ہوئے اس لئے انہیں مجاہدین کے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے ہی مجاہدین نے مار بھگایا۔

لشکر گاہ سے ملحقہ باباجی کے علاقے میں جب دشمن کا بڑا فوجی قافلہ مجاہدین کے

علاقوں میں داخل ہوا تھا 3 دن تک شدید حملوں کی زد میں رہا، واضح رہے کہ اس فوجی قافلے کو امریکی فوجیوں مکمل فضائی مدد بھی حاصل تھی اور وہ اندھی بمباری بھی کئے جارہے تھے، لیکن تین دن تک مجاہدین کے مسلسل حملوں کے بعد وہ مکمل طور پر اس علاقے سے فرار ہونے پر مجبور ہوئے۔ باباجی سے موصول ہونے والی آخری اطلاعات کے مطابق اس علاقے سے دشمن کی فوجیں فرار ہوچکی ہیں اور پیچھے جلے ہوئے ٹینک، جلی ہوئی فوجی گاڑیاں اور ان کی لاشیں ان کی شرمناک شکست کی داستان سنارہی ہیں۔

تقریباً بیس روز قبل شروع ہونے والا یہ اب صرف ضلع سنگین کے علاقے شکرشیلہ اور مارجہ کے علاقے ترخ ناور میں جاری ہے دوسرے محاذوں پر شکست کے بعد دشمن اپنی تمام تر قوت ان دو محاذوں پر صرف کرنے میں مصروف ہے اور اپنا بدلہ ہلمند کے عام شہریوں سے لینے پر تلے ہوئے ہیں۔

سنگین کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ملکی فوج کے اہلکاروں نے امریکی فوجیوں کے مظالم کا راستہ اپنایا ہوا ہے جس طرح امریکی فوجیوں نے کندھار کے چند اضلاع میں عام لوگوں کے ہزاروں ایکڑ زیر کاشت زمین، مکانات اور باغات تباہ کئے تھے سنگین میں ملکی افواج بھی انہی کے نقش قدم پر چل پڑی ہیں۔ سنگین کے عام شاہراہ کے کنارے پر واقع ہزاروں مکانات، دکانیں اور باغات صرف اس وجہ سے تباہ کئے جارہے ہیں کہ سڑک کے کنارے پر واقع ہونے کی وجہ سے دشمن کی فوج کو آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار ملکی املاک کو نقصان پہنچایا جاچکا ہے۔ فوجی نقطہ نظر سے ہلمند آپریشن دشمن کیلئے تباہ کن ثابت ہوا ہے۔ اس آپریشن کے نتیجے میں دشمن کو کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوئی نہ مجاہدین سے کسی علاقے پر قبضہ کرسکے اور نہ مجاہدین کو خاطر خواہ نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ سنگین میں دشمن اپنی تمام تر توانیاں صرف کرنے کے بعد بھی مجاہدین کے خلاف پیش قدمی نہیں کرسکا اب بھی سنگین کے مرکز سے صرف آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر مجاہدین کی جنگی پٹی موجود ہے۔

ضلع مارجہ کے علاقے ترخ ناور میں دشمن ایک انچ بھی آگے نہیں جاسکا ہے ہر دن حملوں کی زد میں رہتے ہیں ٹینک اور فوجی گاڑیاں بارودی سرنگوں کی خوراک بن جاتی ہیں، لیکن نتیجہ میں یہاں بھی کوئی خاص کامیابی انہیں حاصل نہیں ہوئی ہے دشمن کسی علاقے پر قابض ہونے میں کامیاب ہوا نہ مجاہدین کو نقصان پہنچانے میں۔ صوبہ ہلمند کے جہادی مسئول ملا عبدالمنان آخند کہتے ہیں کہ کئی ہفتے آپریشن کے بعد مجاہدین کے شہداء کی مجموعی تعداد 30 ہے اور اس بڑے معرکے کو دیکھ کر شہداء کی تعداد بہت قلیل ہے۔

لیکن دوسری طرف دشمن کو بھاری نقصانات پہنچے ہیں۔ پچھلے ہفتے جب سنگین میں ملکی افواج پر بارود بھری کار کے ذریعے فدائی حملہ کیا گیا اس میں درجنوں کٹھ پتلی فوج کے اہلکار ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے مجاہدین کا کہنا ہے کہ اس صوبے میں شروع ہونے والا حالیہ آپریشن جسے غیر ملکی جارحیت پسند اپنی کٹھ پتلیوں کا امتحان قرار دے رہے ہیں پچھلے آپریشنز سے بہت کمزور اور غیر متاثر کن ہے اور ابھی تک انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ صوبہ ہلمند گذشتہ عشرے میں سب سے زیادہ خونریز لڑائیوں کا مرکز رہا ہے۔ اس صوبے میں امریکا، برطانیہ اور متعدد جارحیت پسند ممالک سمیت علیحدہ علیحدہ اپنی فوجی قوت آزما چکے ہیں، لیکن کبھی بھی کامیابی ان کا مقدر نہیں بنی۔ دس سالہ تاریخ کو دیکھ کر محققین ہلمند کے حالیہ آپریشن کو بھی پچھلے ناکام آپریشن سے تعبیر کررہے ہیں جس کا نتیجہ حکومت کیلئے شکست کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔

Arch at Bust, Bust, Afghanistan Front view of arch from northeast, circa 1980, after restoration. The citadel is clearly visible in the background. Photo © Luke Powell. All rights reserved.

ہمارے دینی اور افغانی اقدار پر حملوں کا تسلسل

شکور شفق

افغانستان نے تاریخ میں بہت سے اونچ نیچ دیکھے ہیں ۔ تاریخ نے یہاں فرنگیوں اور روسیوں کی طرح بہت سی جابر قوتوں کے لشکر اترتے اور پھر واپس شکست کھا کر بھاگتے ہوئے دیکھے ہیں۔ ہر طاقت ور نے یہاں اپنا غصہ نکالنے کی کوشش کی ہے اور ایک برے میراث کے طور پر افغان عوام کو بہت سی تلخ یادیں دے کر گئے ہیں۔ مگر ان سب سے بڑھ کر سب سے زیادہ شرم آمیز اور فضیحت بار جارحیت امریکا اور اس کے اتحادیوں کی تھی۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ افغانستان میں ایک جائز قانونی حکومت کا خاتمہ کر کے امارت اسلامیہ کا خاتمہ کیا بلکہ ہمارے معاشرے میں انتہائی ہٹ دھرمی سے ایسی تہذیب اور کلچر کی ترویج کی جس نے خود افغانوں کی نظر میں ان کی تہذیب اور کلچر کی ایسی تصویر بٹھائی کہ یہ لوگ خود اپنی تہذیب اور کلچر سے متنفر ہوگئے۔ انہیں یہ باور کرایا گیا کہ ان کی تہذیب عصر حاضر کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے۔

جہاد جو ہمارا ایک دینی اور روایتی اصل اور بنیاد ہے۔ جارح قوتوں کے خلاف پہلے ہمارے آباو اجداد اور اب ہم نے اسے مضبوط اسلحے کے طور پر اسے استعمال کیا مگر بد قسمتی سے دشمن نے اس کا نام دہشت گردی رکھ دیا۔ اور اب ہمارے تعلیمی نصاب سے بھی وہ آیتیں نکال دی ہیں جن میں جہاد کی ترغیب دی گئی تھی۔ اور ایسی کوشش بھی جاری ہے کہ جارحیت پسند اور ان کے غلام افغانوں سے ان کے اسلاف کی کارنامے اور تاریخ بھلادیں۔ جس کی وجہ سے آئندہ نسلوں سے جہاد کا نام اور اپنے وطن اور سرزمین کی دفاع کا تصور کمزور یا بالکل ختم ہو جائے۔ جارحیت پسند جانتے ہیں کہ افغانستان جیسے ایک روایتی اسلامی اور افغانی معاشرے میں خواتین کے لیے حجاب اور پردے کی روایت ان کی حرمت اور افغانی کلچر کا بڑا حصہ ہے۔ اور عزت و ناموس کی خاطر ہونے والی جنگ کبھی جان کی قیمت دے کر بھی لڑی جاتی ہے۔ جو لوگ اس حرمت اور ناموس کی اہانت کرتے ہیں وہ اپنی موت کو خود دعوت دیتے ہیں۔

شروع ہی سے مغربی قوتیں اس کوشش میں ہیں کہ اس دینی اور قومی قدر کو مغرب کے گھسے پٹے کلچر کے ماتحت کر دیں۔ اور افغانوں کے ذہن میں یہ زہر کی انجکشن لگادیں کہ ستر اور حجاب پرانا کلچر اور پرانی روایت ہے۔ یہ جدید دور کی بڑھتی ہوئی ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ جارح دشمن کا کہنا ہے کہ عورت بھی مرد کی طرح گھر اور صحرا کی تمام تر ذمہ داریاں پوری کر سکتا ہے۔ اسے بھی مردوں کے ساتھ دفتر، بازار، گلی اور بے حیائی کے ہر کوچے میں حصہ دار ہونا چاہیے۔ مغرب اپنے اس غلط ہدف کے حصول کے لیے بہت زیادہ پیسے بھی لگا چکا ہے۔ چاہے جس قیمت پر بھی ہو وہ اپنے مذموم اہداف تک پہنچنے کے یہ سلسلے جاری رکھنا چاہتا ہے۔

بد قسمتی سے امریکا اور دیگر مغربی ممالک افغان معاشرے کو بھی مغرب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بے حجابی اور بے ستری کو خواتین کے حقوق کا بڑا ضامن سمجھتے ہیں ۔ مگر یہاں دینی اور روایتی ثقافت موجود ہے۔ افغان خواتین اسے اپنی عزت اور حیاء کا ضامن سمجھتی ہیں۔ مغرب کی وارداتی تہذیب محض ایک ہیولے کی طرح ہے جس کے مقلدین اس کی تقلید نہیں کر پاتے اور اس کے مداح خالی ہوا میں ہاتھ مارتے رہ جاتے ہیں اور پانی کی جھاگ کی طرح کم اور بے مایگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

حال ہی میں کابل میں مغربی قوتوں کے تعاون سے وجود پانے والی سول سوسائٹی کے چند مرد کارکنوں نے اہانت کے لیے خواتین کے برقعے پہن کر انسانی حقوق کی تنظیم کے دفتر کے سامنے مارچ کیا۔ یہ حرکت ایک جانب اسلامی اور افغانی کلچر پر باقاعدہ جارحیت اور افغان عوام کے افکار کی مخالف تھی تو دوسری جانب اس کا مقصد گنتی کے چند سدھائے لوگوں کی جانب سے عالمی میڈیا کو ایسی ویڈیو بنا کر دینی تھی جس میں یہ ظاہر کرنا تھا کہ افغان عوام اسلامی حجاب کے شدید مخالف اور اس کی اہانت پر آمادہ ہیں۔

اسی طرح تفریح، موسیقی، عسکری امور اور سپورٹس کے بہانے افغان خواتین کو مغرب کی بے دین خواتین کی طرح کردار اپنانے پر ابھارا جاتا ہے۔ انہیں اپنی روایات سے بغاوت پر تیار کیا جاتا ہے۔ جس کا مقصد صرف یہی ہو سکتا ہے کہ امریکا اور دیگر خارجی قوتیں زبردستی کر کے غیر اسلامی اور غیر افغانی کلچر کو یہاں بڑھاوا اور تقویت دینا چاہتے ۔ اس طریقے سے ہمارے مہذب معاشرے کو بدگمانی اور بد اعتمادی کا شکار کرنا چاہتے ہیں ۔ اور ہماری اسلامی تہذیب کو ان کے بنائے ہوئے غلاف میں ملفوف کرنا چاہتے ہیں۔

یہی وہ اقدار تھیں جس کی وجہ سے خارجی قوتیں روز اول سے امارت اسلامیہ کے ساتھ جنگ میں مصروف چلی آرہی ہیں۔ امارت اسلامیہ سے روز اول سے ان کا یہی مطالبہ تھا کہ اپنی اس تہذیب سے دستبردار ہو جائیں اور یہاں افغانستان میں مغربی تہذیب کو پروان چڑھنے کی اجازت دیں مگر امارت اسلامیہ نے ہمیشہ شریعت کے نقطہ نظر سے اس کا جواب دیا۔ اور کبھی بھی ان کے ناجائز مطالبات کو تسلیم نہیں کیا۔ ابھی جب مغربی قوتوں کی عسکری فوجیں خود یہاں موجود ہیں اور وہ افغانستان کے جغرافیائی حدود کے لیے بھی چیلنج بن کر کھڑے ہیں تو ان کی کوششیں وہی ہونی چاہیں جو اب تک ہیں۔ مگر افغانوں کے دینی اقدار اور ان کی اصل ثقافت کے احیاء کے لیے افغان عوام کبھی بھی خاموش نہیں رہیں گے اور وہ دن دور نہیں جب ان کی عسکری طاقت کی طرح ان کی بے حیاء ثقافت بھی شرمندگی کا بار اپنے کاندھوں پر لیے شکست خوردہ یہاں سے چلی جائے گی۔

اشرف غنی کا امریکی دورہ اور جارح فوجوں کی ستائش

ہارون بلخی

کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کی دوہری انتظامیہ کے امریکی حلقہ بگوش سربراہان صدر اشرف غنی اور چیف ایگزیکٹو عبداللہ عبداللہ آقاؤں کی رہنمائی میں چار روزہ دورے پر ایک بڑے وفد کے ہمراہ 22/مارچ 2015ء کو واشنگٹن پہنچے۔

پینٹاگون کے احاطے میں آقاؤں نے معمول کے مطابق غلاموں کے لیے ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں امریکی وزیر خارجہ جان کیری، خفیہ ادارے سی آئی اے کے ڈائریکٹر جان برینن، وزیر دفاع ایشٹن کارٹر اور دوسرے اعلیٰ امریکی عہدیدار بھی شریک تھے۔

پینٹاگون کے کورٹ یارڈ میں منعقدہ اس تقریب سے اشرف غنی نے خطاب کرتے ہوئے افغانستان میں خدمات انجام دینے والے امریکی فوجیوں کا شکریہ ادا کیا اور افغان کے عوام کی قتل عام، مصائب، مظالم اور مظلوم شہریوں کو تکالیف پہنچانے پر امریکی سفاک فوجوں کی ستائش کی۔

اس کے بعد اشرف غنی نے امریکی کانگریس کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "افغانستان میں مغربی جمہوریت کا فروغ امریکی اتحادیوں، جن میں امریکی فوجی شامل ہیں، کا مرہون منت ہے، جس کے لیے انہوں نے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ افغان عوام آپ کے فوجیوں کی بہادری اور افغانستان کو آزاد رکھنے کے لیے امریکیوں کی بے شمار قربانیوں کا معترف ہے۔ مغربی طرز کے ایک گہرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس اشرف غنی نے امریکی کانگریس سے اپنے خطاب میں کہا کہ وہ افغانستان میں ایک عشرے سے زیادہ عرصے تک جاری رہنے والی جنگ میں خدمات اور قربانیوں کے لیے 'ریاست ہائے متحدہ امریکا کے عوام' کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ بقول ان کے، 'آپ کا ہمارے اوپر بہت بڑا احسان ہے"۔ انہوں نے غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے آقاؤں کے سامنے فرمایا کہ "ہم اُن ہلاک ہو جانے والے دو ہزار تین سو پندرہ امریکی فوجی مردوں اور خواتین کے ساتھ ساتھ اُن بیس ہزار سے زیادہ زخمیوں کے بھی زیر بار احسان ہیں، جنھوں نے اپنے اور ہمارے وطن کے لیے یہ قربانیاں دیں۔" تاہم اشرف غنی نے امریکہ سے التجا کی کہ فوج کے انخلا کے معاملے میں دھیرج سے کام لیا جائے، جن کی ہزاروں تعداد اب بھی وہیں ہے، تاکہ افغان فوجیوں کو تربیت اور مشاورت فراہم کی جاتی رہے۔

الغرض امریکی کانگریس اور اعلی عہدیداروں نے تو بظاہر اشرف غنی اور ان کے ٹیم کا پرجوش استقبال کیا۔ کانگریسی اراکین اشرف غنی کے ہر جملے پر انہیں داد تحسین دیتے رہے اور فضا قہقہوں اور تالیوں کی گرج سے گونج اٹھتی، جو سینما ہال کا منظر پیش کر رہا تھا اور اس دوران 42 مرتبہ اراکین نے تالیاں بجاتے رہیں، اور جناب اشرف غنی کا مدح وتوصیف کیا جاتا رہا جبکہ افغان تاریخ کا منحوس چہرہ ببرک کارمل جب سابق سوویت یونین کے کیمونسٹ ارکان کی تقریب سے خطاب کر رہا تھا، تو سامعین دس منٹ تک مسلسل تالیاں بجاتی رہیں۔

اب چونکہ عین وغین بحفاظت وطن پہنچ چکے ہیں اور امریکی عہدیداروں نے دونوں کو بوریوں بوریوں وعدوں سے نوازے ہیں۔

اب دیکھا جائیگا کہ وعدوں پر کتنی وفا کی جائیگی، لیکن ایک وعدہ ضرور نبھایا جائیگا، وہ یہ کہ افغان مظلوم عوام کے مصائب اور تکالیف میں مزید اضافہ ہوگا، کیونکہ یہ استعمار کا شیوہ ہے، کہ وہ کسی صورت میں بھی اپنی مفادات کی تحفظ کے لیے مقبوضہ ممالک کے شہریوں کی قتل عام کرتی ہیں۔ اپنے ایجنٹوں اور زر خرید غلاموں کے تعاون سے خون کی ندیاں بہاتی ہیں، ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کرتی ہے۔ بچوں کو یتیم، خواتین کو بیوہ اور ماؤں کی جگر گوشوں کو چھین لیتی ہے۔

امریکا کی طرف سے افغانستان میں استحکام کے دعوے مضحکہ خیز بات ہے۔ امریکیوں نے افغانستان میں زور زبردستی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے شب خون مار کر افغانستان کے معاملات اپنے ہاتھ میں لیے ہیں۔ اب وہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ افغان سرزمین پر امن اور استحکام چاہتے ہیں تو کون یقین کرے گا؟ اگر امریکی افغانستان میں واقعی امن اور استحکام چاہتے ہیں تو انہیں سمجھنا ہوگا کہ یہ کوئی موزوں طریقہ نہیں۔ اگر امریکا چاہتا ہے کہ افغانستان مستحکم ہو تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ امریکی افواج افغانستان سے نکل جائیں اور افغانستان کے معاملات یہاں کے لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیے جائیں۔ امریکی استعمار نے افغانستان میں ۱۳ سال کے دوران محض سفّاکی کا مظاہرہ کیا ہے اور معاملات کو بگاڑا ہے۔ امریکا چاہتا ہے کہ افغانستان کے تمام قدرتی وسائل پر اس کا کنٹرول ہو۔ اس کے لیے وہ حالات کو زیادہ سے زیادہ خراب رکھنا چاہتا ہے کہ سیاسی قوتیں اُس کی رہین منت رہیں اور وہ ان کے ذریعے افغان سرزمین پر اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا رہے۔

لیکن تباہ حال ملک افغانستان کے لیے عالمی سپر پاور! نے دونوں ڈاکٹروں عین وغین (عبداللہ اور غنی) کی دیرینہ خواہش کو پوری کردی، یعنی امریکی افواج مزید افغانستان میں قیام کریگی۔ کیونکہ استعماری افواج کی عدم موجودگی میں دونوں ڈاکٹر صاحبان ایک دن بھی ملت کے غیض وغضب نہیں بچ سکیں گے، لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ سب سے پہلے دونوں صدور ایک دوسرے پر برس پڑیں گے، کیونکہ امریکی ڈرامے (الیکشن + سلیکشن) کے دوران ایک دوسرے پر دھاندلی اور غبن کے الزامات لگا رہے تھے، اسی لیے غلاموں کو راہ راست پر لانے کے لیے آقا میدان کھود پڑا۔ اس بات کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیے، تاریخ گواہ ہے کہ افغان عوام نے کسی استعمار کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے ہیں۔ انیسویں صدی میں برطانوی استعمار کی شکست، بیسویں صدی میں سابق سوویت یونین کی تباہی اور اکیسویں صدی میں امریکی استعمار کی بربادی یقینی ہے۔ ان شاء اللہ

شکست کس کا مقدر امریکا یا طالبان؟

تحریر: موسیٰ فرہاد

اگر زمینی حقائق کو نہ دیکھا جائے تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گا کہ افغانستان میں کون شکست خوردہ اور کون فاتح ہوا؟ امریکہ شکست سے دوچار ہوا یا طالبان؟ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی شکست سے دوچار ہوتا ہے تو پھر بھی وہ اپنی کامیابی کا دعویدار ہوتا ہے، انگریز استعمار اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے کہ افغانوں کے ہاتھوں اس نے شکست کھائی، امریکہ کو افغانستان میں واضح شکست ہو چکی ہے اسی لئے اپنا بوریا بستر سمیٹ کر واپس جا رہا ہے لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے۔

برطانیہ کا زوال ہمارے ملک کے سنگلاخ پہاڑوں، چٹیل میدانوں اور جہادی سرزمین سے شروع ہوا بلکہ اس نے خود اعتراف کیا کہ پہلے ڈیورنڈ لائن اور پھر ہندوستان کو تقسیم کرنے کے نتیجے میں وہ یہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوا، روس بھی آج تک پچھتاوے کا اظہار کر رہا ہے، اور شرمندگی سے بچنے کے لئے کہتا ہے کہ وہ جنیوا معاہدے کی بنیاد پر افغانستان سے نکل گیا اور یہی بہانہ امریکہ اور نیٹو کا بھی ہے، اور یہ دونوں کہتے ہیں کہ افغانستان میں اتنے ہی عرصے کے لئے آئے تھے وہ اپنے اہداف تک پہنچ گئے اس لئے وہ واپس جا رہے ہیں، وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں کہ طالبان کے ہاتھوں انہیں بدترین شکست ہوئی، لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہیں جن کا ادراک ہر باشعور انسان کر سکتا ہے۔

یہاں پر ایک اور پہلو سے ہم ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ دراصل شکست کس نے کھائی؟ اس حقیقت کو جاننے کے لئے بعض امریکی اور دیگر مغربی شہریوں کے خیالات پیش کریں گے۔

افریقی نژاد امریکی Tony Karon مشہور امریکی روزنامہ ٹائم کے کالم نگار اور عالمی امور کے تجزیہ نگار ہیں، انہوں نے ایک عرصہ قبل ایک مقالہ پیش کیا جس کا عنوان تھا: کیا امریکہ افغانستان میں اپنی شکست تسلیم کرے گا یا نہیں؟ انہوں نے اپنے مقالے میں امریکی شکست پر اہم شواہد کے ساتھ مضبوط دلائل زیر قرطاس کر دیئے اور اپنے قارئین سے بھی اس پر رائے لے لی ہے، انہوں نے اپنے مقالے کے آخر میں کچھ یوں لکھا ہے۔

In the absence of "victory," Two alternative strategies have been proposed: training the Afghan security forces, political settlement with the Taliban. But training Afghan forces, which cost $12bn in 2010 alone, will not guarantee their future loyalty to a Kabul government. Two years and many regional conferences have passed since the formation of the Afghan Higher Peace council, but there is no sign that, the Kabul government or its neighbors will reach a deal. So there is no military solution, and no political solution.

جب فتح اور کامیابی کے راستے معدوم ہو جائیں تو امریکہ کے سامنے دو راستے ہیں، افغان فورسز کی عسکری تربیت یا طالبان کے ساتھ مفاہمت۔ لیکن افغان فورسز کی عسکری تربیت پر 12 ارب ڈالر کے اخراجات صرف کرنے کے باوجود اس بات کی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ وہ طالبان سے لڑنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور وفادار بھی ہیں کہ نہیں؟ اسی طرح مصالحت کے نام پر ایک مصالحتی کمیٹی قائم کی گئی جس کے سربراہ نے متعدد کانفرنسوں میں شرکت کی لیکن اب تک اس

کاکوئی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آیا،اس لئے یہ بات ثابت ہوئی کہ نہ عسکری دباوپر کوئی پیشرفت ہوئی اورنہ ہی سیاسی راستے اور مفاہمت کے ذریعے کوئی حل سامنے آیا،مقالہ نگارنے اس بات کوثابت کرنے کی کوشش کی کہ امریکہ نے شکست کھائی ہے اوریہ شکست کے واضح دلائل ہیں

اسی طرح امریکیوں کے خیالات کچھ یوں ہیں۔

جوزیپ اولسون(Joseph Olson) کہتاہے:

The issue is this, a country who ran Genghis Khan out. How did we ever expect to win? Genghis Khan had a far heavier appetite for war than the U.S. ever did. Wake up people they have never bowed to anyone in that country. We need to realize...

بات یہ ہے کہ ایک ملک نے چنگیز کومار بھگایااس پر کامیابی حاصل کرنے کی کیاامید کی جاسکتی ہے؟چنگیزخان امریکہ سے زیادہ جنگجواور طاقت ور تھا،جو قوم جاگ رہی ہووہ کبھی سرخم تسلیم نہیں کرے گی،ہمیں چاہیے کہ اپنی خارجہ پالیسی پراز سرنو غور کریں۔

Quackula کے نام سے ایک امریکی نے لکھاہے کہ:

The U.S. Government my not admit defeat but the American people are ready too and want to get out.

شاید امریکی حکومت شکست تسلیم نہ کرے لیکن امریکی قوم شکست تسلیم کرنے کے لئے تیارہے۔قوم چاہتی ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہوسکے امریکی افواج افغانستان سے نکل جائیں۔

ایک اورامریکی نے کچھ یوں لکھاہے:

Unfortunately US selected a corrupt regime to execute their short term goals which is surely going to be disaster for the whole region.

بدقسمتی سے امریکہ نے افغانستان میں کرپٹ اوربدعنوان حکومت تشکیل دی ہے جوعوام کے بجائے اپنے ذاتی مفادات کوترجیح دے رہی ہے جوپورے خطے کے لئے ناسور ہے۔

ایک اورامریکی کارلن لکھتاہے:

For weeks now the Taliban website keeps saying,"U.S has faced utter defeat in Afghanistan". How Humiliating!!

اب ہمیشہ طالبان اپنی ویب سائٹ پر لکھتے ہیں کہ امریکہ نے بدترین شکست کھائی،یہ کتنی ذلت آمیز بات ہے ہمارے لئے۔

ایک اورامریکیSnowleopard نے لکھاہے کہ:

We have already lost the war – its time to accept it, admit it, and get our troops home before any more die. It's not the failure of the soldiers in any way; its the political leadership of the nation that has failed them.

ہم نے جنگ کے میدان میں شکست کھائی ہے،اب وقت آگیاہے کہ ہم اپنی شکست تسلیم کریں،اپنی فوجیوں کواس سے قبل اپنے گھروں کو بھجوادیں کہ وہ مزید قتل ہوجائیں،ہاں یہ ہماری افواج کی شکست نہیں ہیں بلکہ یہ ہماری قوم اور سیاسی قیادت کی غلطی ہے جنہیں ناکام کردیا۔

ایک اورامریکی نے اپنے حکمرانوں کوایک افغان کے حوالے سے کہتاہے:

Many years ago, an Afghan gentle man quot about the Afghanistan, (You will come here with your will...but return with our will.)

تم یہاں پر اپنی مرضی سے آئیں گے لیکن جاناپھر ہماری مرضی سے ہوگا۔

امریکہ نے 40 ممالک کی قوت کے بل بوتے پر ایک کمزورملک پر چڑھائی کی،اپنی ٹیکنالوجی اور فوجی قوت کابے دریغ استعمال کیا،وحشیانہ فضائی حملے،قتل وغارت گری،قیدوبند کی صعوبتیں،آبادیوں کی تباہی اورہر قسم کی بربریت سے ایک نہتے اورجنگ زدہ قوم کوزیر تسلط کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن مجاہدین کوختم کرنے میں وہ یکسرناکام رہے،سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے مورال کوکمزور کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے،آخرکار شکست کی راہ اپنانے کے سواء ان کے لئے اور کوئی راستہ نہیں بچا،اب فیصلہ آپ خود کرسکتے ہیں کہ امریکہ اور طالبان میں کون شکست خوردہ اور کون فاتح ہے؟

یوکرائن اوراسلامی دنیاسے متعلق مغرب کی متضادپالیسیاں

تحریر: حمزہ

مغرب کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا ہے کہ آپس کے اختلافات اور مسائل کے لئے الگ پالیسی اور اسلامی دنیا کے حوالے سے اس کی الگ پالیسی ہوتی ہے، دو متضاد پالیسیاں اختیار کرنے کے باعث مغرب خود متنازع اور بدنام ہو چکا ہے، بظاہر وہ دنیا کے سامنے معتدل اور انصاف پر مبنی پالیسی تشکیل دینے کا ڈھنگ رچا رہا ہے اور کچھ غیر سیاسی مسلمان اس کی دوغلی پالیسی سمجھنے سے قاصر ہیں اس لئے وہ مغرب کے دعووں پر اعتماد کرکے اس کی پالیسی کو متوازن اور ٹھیک سمجھتے ہیں۔

جرمنی کی خاتون وزیر دفاع [اُرسلا فان ڈیر لاین] نے ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے خبردار کیا کہ روس نواز باغیوں کے خلاف یوکرائن کی فوج کے ساتھ فوجی تعاون کرنے سے حالات مزید خراب ہوسکتے ہیں انہوں نے استفسار کیا کہ کیا ہم مطمئن ہیں کہ یوکرائن کو اسلحہ بھیجنے سے وہاں کے حالات ٹھیک ہوسکتے ہیں؟ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یورپ کے بڑے شہروں جیسے لندن، برلن اور فرانس میں بھی لوگ یوکرائن میں فوجی مداخلت کے مخالف ہیں اور اس مسئلہ کا پرامن حل تلاش کرنے کے خواہاں ہیں، ان خیالات کا اظہار انہوں نے ایک ایسے وقت میں کیا کہ جب جرمن چانسلر انگیلا میرکل اور فرانسیسی صدر فرانسوا اولاند یوکرین تنازع کے پرامن حل نکالنے کے لئے ماسکو میں جاری مذاکرات میں شریک ہیں۔

چند ماہ قبل عراق اور شام کے حوالے سے جنگ کی پالیسی طے ہوگئی، امریکہ، نیٹو اتحاد میں شامل ممالک اور مشرق وسطیٰ کے ممالک نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ان دو ممالک میں جنگجو پر فضائی حملے شروع کئے جائیں، اور یہی ہوا چند ماہ سے ان علاقوں پر بمباری جاری ہے اور ہزاروں نہتے شہریوں کو نقصان پہنچا، اب نائجیریا میں بوکو حرام کے خلاف اتحاد بن رہا ہے تاکہ مغرب کے تعاون اور اس کی سربراہی میں خطے کے ممالک بھرپور فوجی قوت کے ساتھ بوکو حرام کے خلاف جنگ لڑیں۔

سوال یہ ہے کہ یوکرائن کی طرح اسلامی دنیا میں قیام امن کے لئے کیوں کوششیں نہیں کی جاتی ہیں؟ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ اور ان کی حالات زندگی بہتر کرنے کے لئے جنگ کے حوالے سے کوئی واضح پالیسی کیوں مرتب نہیں کی جاتی؟ جب کوئی تنازع پیدا ہوتا ہے تو پھر اقوام متحدہ کے ادارے جیسے مادارہ برائے مہاجرین، ادارے برائے اطفال، ادارہ برائے خوراک وزراعت، امریکہ، برطانیہ، فرانس، کنیڈا اور اسٹریلیا کے ادارے بچوں اور پناہ گزینوں کی ابتر صورتحال پر مختلف رپورٹس شائع کرتے ہیں، اور اس ضمن میں یہ امر واضح کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ حالت خود اپنے مسلمانوں کے ہاتھوں سے پیدا شدہ ہے، ایسی صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی ممالک ایسے موقع پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ تباہ حال مسلمانوں کے ساتھ ہم ہر قسم تعاون کریں گے، بحران کو ختم کرنے کے لئے کردار ادا کریں گے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بحران وہ خود پیدا کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ کی حدیث مبارک کے مطابق کفر ایک ملت ہے، وہ دلوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتے، ہمیں بھی چاہیے کہ ان سے ہمدردی کی کوئی توقع نہ رکھیں، وہ ہرگز کسی مسئلہ اور بحران کا ایسا حل ہمارے لئے پسند نہیں کریں گے جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں بلکہ صرف جھوٹے وعدوں اور بلند وبانگ دعووں سے ہمیں ورغلا رہے ہیں، مغرب کی یہ دوغلی پالیسی جو یوکرائن کے لئے الگ پالیسی اور مسلمانوں کے لئے الگ پالیسی سے ہمیں واضح ہوگیا کہ مسلمان ممالک میں بحران عالم کفر کے مفاد میں ہے۔

بس یہی تعاون؟!

موسیٰ فرہاد

مشترکہ حکومت کے دونوں سربراہان عین اور غین دو طیاروں میں دو قافلوں کے ساتھ ایک ہی مشترکہ ایجنڈا لے کر بالآخر کیمپ ڈیوڈ پہنچ گئے۔ وہ جگہ جو ان کی امیدوں کا آخری ٹھکانہ ہے۔ وہ جو ان بیچارے جمہوریوں کے خالی کچکول کے لیے بابا کا دربار ہے۔ ہاں وہی واشنگٹن، عین اور غین کے لبرل قافلے جس کی تقدس کے قائل ہیں۔ وہی جگہ جو غیر مسلم خاتون اول کے وسیلے سے ارگ صدارتی محل کے لیے سسرال سمجھا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ غنی اور عبداللہ اپنے اس محسن کی زیارت کے لئے گئے جس نے ان دونوں کے سروں پر شاہی تاج رکھا تھا۔ اب عین اور غین دونوں صدارتی محلے کی اطاقوں میں بیٹھ کر الگ الگ شاہی فرامین صادر کر رہے ہیں۔

بہر صورت امریکا کی جانب اشرف غنی اور اس کی حکومت کا دورہ یہ کوئی ایسا عام دورہ نہیں تھا جس طرح دیگر ممالک کے لوگ مختلف ممالک کو سفارتی دوروں پر جاتے ہیں۔ بلکہ امریکا کی جانب ایک ایسا دورہ تھا جس سے کابل انتظامیہ کی تمام تر امیدیں، آرزوئیں، غم اور خوشیاں سب وابستہ ہیں۔ اگر یہ دورہ کامیاب ہو جائے تو اس سے کابل انتظامیہ کو نئی روح ملے گی اور اگر ناکام ہو جائے تو گویا زندگی ادھور رہ گئی۔ اس لیے کہ انگریزوں، روسیوں اور امریکیوں کے تجربات ہمارے سامنے ہیں کہ ان کی کٹھ پتلیوں کی بقا اور فنا ان کے آقاوں کی موجودگی پر موقوف ہوتی ہے۔ جیسے ہی آقاوں کا رخ پھر جاتا ہے ان کی زوال کا آغاز ہو جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اشرف غنی اور عبداللہ دونوں اپنے ساتھ 90-90 افراد کا قافلہ لے کر گئے تھے۔ جس سے خود بخود ان کے آپس کی بداعتمادی کی غماضی ملتی ہے۔ استاد اوباما نے ان کے درمیان فاصلہ اور بڑھا دیا۔ کیوں کہ اس نے صرف اشرف غنی سے ملاقات کی اور ڈاکٹر صاحب کو سکیورٹی کے مشیر سوزن رائس سے بہلایا۔ دوسری بات یہ کہ کانگریس میں اپنے امریکی نژاد بانس نما شخصیت کے لیے خوب تالیاں پٹوائی گئیں۔ مگر ڈبل عبداللہ شاید انہیں ایرانی یا روسی نظر آئے۔ اتنا ہی لاڈ دیا۔ یہیں سے مفادات پر کچھ روشنی پڑتی ہے کہ ایک امریکی مفادات کا محافظ ہے اور دوسرا خفیہ طور پر ایرانی اور روسی مصالح کا وفادار ہے۔ بس ایک نکتہ تھا جس پر دونوں عین غین کا اتفاق تھا وہ یہ کہ امریکی جارحیت پسندوں کا یہاں قیام یا انخلاء۔ دونوں ڈاکٹروں نے بیک زبان امریکی سیاست دانوں سے منت سماجت کی کہ اپنے فوجیوں کو جلد نہ نکالیں۔ اور دوسرا مطالبہ نقد ڈالر کا ہو گا۔ دونوں نے امریکی آقاوں سے امید کی کہ ماضی میں ان سے ہونے والے 5 ارب ڈالر کے امداد کا وعدہ پورا کیا جائے۔ ان کے یہ دو بنیادی مطالبات اس لیے تھے کہ کابل کی موجودہ انتظامیہ امریکی فوج اور امریکی ڈالر کے بل پر ہی قائم کیا گیا ہے اور اس کی بقا بھی انہیں دو چیزوں پر موقوف ہے۔ امریکا اگر ان کی حفاظت نہیں کرے گا یا انہیں پیسے نہیں دے گا تو کابل کی یہ کٹھ پتلی انتظامیہ حریت پسند عوام کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکے گا۔ بالکل اسی طرح منظر سے ہٹا دیا جائے گا جس طرح ماضی میں دیگر کٹھ پتلی نظاموں کو افغانوں نے خاک میں ملا دیا تھا۔

مگر جناب اوباما نے فی الحال صرف 10 ہزار افواج کے قیام کا وعدہ کیا ہے۔ پیسوں کے لیے اپنا پرانا وعدہ بس ایک بار پھر دہرایا اور فعلا ایک پیسہ نہیں دیا

اب بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ وفد میں گئے ہوئے 90 افراد کا لشکر جرار یا کابل میں ان کی فتح کے منتظر لوگ سوال کریں گے کہ بس اتنی ہی امداد؟!

اسی امداد کے لیے تو اشرف غنی نے سکیورٹی معاہدے کے نام پر وطن فروشی کی دستاویز پر بہت پہلے دستخط کر دیے تھے۔ افغانوں کے قتل عام اور اپنے ملک کی تباہی کے لیے دائمی اڈوں کی راہ ہموار کی مگر اسکے باوجود بھی وہ مجاہدین کی تلواروں سے نہ بچ سکے۔

رہی بات فوجیوں کی تو وہ امریکا نے نہ اشرف کی درخواست پر ٹھہرانے کا فیصلہ کیا ہے اور نہ انخلاء کا۔ یہ تو ان کی اپنی اسٹریٹیجی ہے کہ جب ان پر مجاہدین کے حملے بڑھ بڑھ جاتے ہیں تو انخلاء کی باتیں کرنے لگتے ہیں اور جب حالات کچھ سازگار ہو جاتے ہیں تو پھر سے قیام کے اعلانات کرنے لگ جاتے ہیں۔

ان دس ہزار فوجیوں سے عین اور غین کو کوئی درد کا درماں ملتا ہے تو ملے یا اوباما کا رعب و دبدبہ قائم رہتا ہے تو رہے۔ مگر افغان عوام کو تو نقصان کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملنے والا۔ اس کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ڈیڑھ لاکھ کی فوج کچھ نہ کر سکی تو آٹھ یا دس ہزار کی فوج کیا برج گرائے گی۔ افغانوں کے جہاد کی تلوار اس وقت تک چلتی رہے گی جب تک سارے کہ سارے جارحیت پسند نکل نہیں جاتے اور آزادی کا پھریرا لہرا نہیں جاتا۔

خلاصہ یہ کہ عین اور غین کو اس دورے سے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا۔ بلکہ قومی خیانت کا ایک اور تاریخی داغ اپنے چہرے پر لگا کر آ گئے۔ نہ پیسے حاصل کر سکے اور نہ دوسرے مذموم مقاصد حاصل کر پائے۔ (خَسِرَ الدُّنیا والآخرۃ)

ہندوستان کے مسلمان

عبدالشمس

ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک سانحہ بھی کافی تھا کہ وہ ایک کافر حکومت کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن ایک دوسرا المیہ یہ بھی پیدا ہو گیا ہے کہ اُن کی غربت ان کے لیے "وبالِ ایمان" بن گئی ہے۔ انڈیا کی شدت پرست اور تعصب سے لبریز دو دہشت گرد تنظیموں "شیوسینا" اور "آر ایس ایس" کے شرپسند دماغ مسلمانوں کی اس کمزوری کا بھرپور فائدہ اُٹھانے کے چکر میں ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو نوکری اور روزگار کے سبز باغ دکھا کر ان کا ایمان لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ وہ انہیں مجبور کرتے ہیں کہ "اگر ہندو دیش میں رہنا ہے تو تمہیں ہندوازم اختیار کرنا ہوگا۔ ورنہ دوسری صورت سوائے موت کے اَور کوئی نہیں ہے۔"

ایک دوست بتا رہے تھے کہ وہ جموں کشمیر کا اپنا آبائی علاقہ صرف اس وجہ سے چھوڑ کر انڈیا کے ایک مشہور شہر میں سکونت پذیر ہیں کہ وہ مسلمان بچوں کو ہندوؤں کی تعلیمی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھنے سے روک سکیں۔ اس کام کے لیے انہوں نے ایک ٹرسٹ اسکول قائم کیا ہے، جس میں وہ مسلمان بچوں سمیت علاقے کے ہندو بچوں کو بھی تعلیم فراہم کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے نصاب میں مختلف علوم و فنون سمیت قرآن و حدیث کے منتخب مضامین شامل کیے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ مسلمان ہندو ہونے سے بچے رہتے ہیں۔ دوسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ اسکول کے قریب کی غریب ہندو آبادی سرکاری اسکولز کی فیسیں ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنے بچوں کو مسلم اسکولز میں داخل کرا دیتی ہے۔ لیکن زیادہ غور کی بات یہ ہے کہ ہندوؤں کے اس عمل میں صرف سرکار کی بھاری بھرکم فیسوں کا ہی عمل دخل نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے معاشرے میں پائی جانے والی ہندوازم کی اس تہذیبی، معاشرتی اور ثقافتی گھٹن سے بھی تنگ ہیں، جسے وہاں کے پنڈتوں، "سیاہ ست" دانوں اور دہشت گرد تنظیموں کی جانب سے زندگی کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ ہندو بچوں کے مسلم اسکولز میں زیرِ تعلیم رہنے سے مسلمانوں کو دوہرا فائدہ ہو رہا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسلامی نصاب اپنی خصوصیات کے تحت مخصوص انداز میں اثر کرتا ہے اور ہندو بچے دھیرے دھیرے اسلام کے حقیقی چہرے سے روشناس ہوتے چلے جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں اسلام اُن کے دل کی دنیا میں بدلنا شروع کر دیتا ہے۔ آخرکار وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جن ہندو گھرانوں کے بچے ان اسکولز میں پڑھتے ہیں، وہ مسلمانوں کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھتے ہیں۔ جب کبھی علاقے میں حالات خراب ہوتے ہیں اور ہندو مسلم فساد کی راہ ہموار ہوتی ہے تو یہ گھرانے مسلمانوں کی اپنی استطاعت کے بہ قدر حفاظت کی کوشش کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ مسلمانوں کو اس حوالے سے اپنا محسن تصور کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے ان کے مستقبل کو روشن کرنے کا ذریعہ بنے ہیں۔

میرے وہ دوست بتا رہے تھے کہ پہلے وہ کشمیر میں پولیس ڈیپارٹمنٹ جوائن کیے ہوئے تھے۔ پھر سرکاری نوکری کے طور پر ایک اسکول میں ٹیچر تھے، لیکن وہ بھی چھوڑ دی۔ اب مَیں یہاں انڈیا میں ٹرسٹ اسکول چلا رہا ہوں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ وہ اس کام میں اکیلے نہیں ہیں، بلکہ ان کے والد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ، جو پہلے انڈیا کے ایک انٹرنیشنل بینک ICIC میں ملازم تھیں، میرے کہنے پر وہ اتنی اہم جاب چھوڑ کر میرے مشن میں ساتھ نبھا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔ اس کے لیے سب سے اہم چیز مسلمان بھائیوں کی دعائیں ہیں۔

ان کا یہ اسکول سسٹم ابھی بہت نیا ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ کم از کم اس ایک سال کے عرصے میں 50 ہندو بچوں کو مسلمان بنانا ہے۔ ابھی تک دو ہندو لڑکیاں اسی تعلیمی سسٹم کی بنیاد پر اسلام قبول کر چکی ہیں۔ انہوں نے مزید یہ بتایا کہ یہاں انڈیا میں شیوسینا اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے زیرِ انتظام جو اسکول چل رہے ہیں، وہاں پڑھنے والے والوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ "جس طرح ہٹلر نے جرمنی میں یہودیوں کو مار مار کر نکال بھگایا تھا، اسی طرح انڈیا سے مسلمانوں کا صفایا کرنا ہے۔" اس لیے وہاں کھلے عام اسی نعرے کی بنیاد پر جنگ اور لڑائی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مَیں انڈیا میں قطعاً نہیں رہنا چاہتا، مجھے اپنے وطن سے بہت محبت ہے۔ میرا بہت دل کرتا ہے کہ وہاں چلا جاؤں۔ وہاں کا ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیوں۔ وہاں کی آب و ہوا میں زندگی گزاروں۔ وہاں کی جھیلوں میں نہاؤں۔ وہاں کے تازہ پھل کھاؤں، لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھ لیا کہ "میرا کلمہ پڑھنے والے بچوں کو ہندو بنایا جاتا رہا ہے" تو میرے پاس کیا جواب ہوگا؟ بس یہی وجہ ہے کہ مَیں کشمیر جانے سے رُکا ہوا ہوں۔

مجھے اپنے دوست کی یہ باتیں سن کر اگر ایک طرف اس بات کا بہت دکھ ہے کہ انڈیا کے مسلمان ایک حد سے زیادہ تضادِ فکر اور بدعمل معاشرے کی گھٹن برداشت کر رہے ہیں تو دوسری طرف مسرت اس بات کی ہے کہ اندھیرے میں کوئی تو چراغ جلانے والے ہوتے ہیں۔

> اپنا شیوہ ہے اندھیروں میں جلاتے ہیں چراغ
> ان کی سازش ہے زمانے میں یونہی رات رہے

لارنس آف اسلامیہ

نسیم خان محمدی

منطق کی ایک نئی دنیا آباد کرتے ہوئے امریکی نمائندہ برائے افغانستان و پاکستان "ڈینیل فیلڈ مین" نے ارشاد فرمایا ہے کہ "امریکا نے طالبان کو کبھی دشمن نہیں سمجھا۔ امریکا ہمیشہ دہشت گردی کے خلاف رہا ہے۔" انہوں نے مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ "بین الاقوامی برادری طالبان کا افغان حکومت کے ساتھ پُرامن تصفیہ چاہتی ہے۔ یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کامیاب ہوں گے یا نہیں۔" بعدازاں انہوں نے اپنی منطق کی مکمل وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اگر طالبان دہشت گردی چھوڑ دیں تو وہ افغان حکومت کے معاملات میں شامل ہو سکتے ہیں۔"

بالکل اسی طرح کا ایک بیان ڈینیل فیلڈ مین کے مرشد اوباما بھی چند دن پہلے دے چکے ہیں۔ ان کا ارشاد تھا کہ "اسلام دہشت گردی کا مذہب نہیں ہے۔ ہم اسلام کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ چند لوگ اسلام کا نام استعمال کر کے دہشت گردی کر رہے ہیں۔ جب کہ ہماری جنگ صرف دہشت گردوں خلاف ہے۔"

ایک عام آدمی بھی جان سکتا ہے کہ ان دونوں بیانات کا اصل مقصد کیا ہے۔ یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ افغانستان کا مستقبل وہ لوگ طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو خود دہشت گردی پھیلانے کے جرم میں مبتلا ہیں۔ پہلی جنگ عظیم مسلمانوں نے شروع کی تھی؟ دوسری جنگ عظیم مسلمانوں نے شروع کی تھی؟ آسٹریلیا میں 20 ملین aborigines کو کس نے قتل کیا تھا؟ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم مسلمانوں نے پھینکے تھے؟ ریڈ انڈین کو اندلس کے مسلمانوں نے ذبح کیا تھا؟ 180 ملین افریقیوں کو مراکش کے مسلمانوں نے غلام بنایا تھا؟ کوسوو میں کیا ہو رہا ہے؟ یورپی یونین کو وہ نظر نہیں آتا؟ سربیا میں درد کی کن کہانیوں کو جنم دیا جا رہا ہے؟ امریکا کو وہ دکھائی نہیں دیتا؟ آپ دہشت گردی کے خلاف ہیں تو سب سے پہلے اپنے آپ کو عالمی عدالت میں پیش کریں۔ لیکن ایسا ہو گا کبھی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ طالبان کے دشمن نہیں ہیں تو پھر یہ ہٹ کیوں لگائی ہے کہ طالبان دہشت گردی چھوڑ دیں؟ دوسری طرف آپ دہشت گردی کے دشمن بھی ہیں۔ درحقیقت اگر آپ کو دشمنی کرنا ہی ہے تو اپنے آپ سے کریں۔

دہشت گردی تو پانچ عالمی غنڈوں کی پیدا کردہ ہے۔ دنیا کے جس جس ملک میں امریکا، روس، برطانیہ، فرانس اور چین کے مفادات ہوتے ہیں، وہاں لڑائی کا ہر کانٹا اور امن کا ہر پھول انہیں کے اشارۂ ابرو کی بدولت اُگتا ہے۔ آپ شام کا حال دیکھ لیں۔ وہاں روس اور امریکا کے مفادات ٹکرا رہے ہیں۔ ابھی تو سعودیہ نے پہلی دفعہ ہمت کر کے روس کو انتباہ کیا ہے کہ وہ شام میں اسلحے کی سپلائی بند کرے۔ تبت میں چین اور بھارت کے مفادات ٹکراتے ہیں۔ اسی لیے ان دونوں کی آپس میں نہیں بنتی۔ افغانستان میں عالم کفر کے علاوہ خصوصی طور پر روس اور امریکا کی جنگ ہے۔ روس چاہتا ہے کہ وہ امریکا کو اسی طرح پٹتا ہوا دیکھے، جیسے مَیں افغانیوں کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہوا تھا۔ لبنان، شام اور عراق کے بعد اب یمن میں بھی ایران کے توسیع پسندانہ مفادات ہیں، جسے امریکا کی سپورٹ حاصل ہے۔ سوڈان میں امریکا کا مفاد تھا۔ اسی لیے اسے دو ٹکڑے کرا دیا گیا۔ ملائشیا میں امریکا کا مفاد تھا۔ اسی لیے مسلمان ریاست کی کوکھ سے عیسائی "سنگاپور" کو جنم دیا گیا۔ انڈونیشیا میں بھی اسی کا مفاد تھا، اسی لیے وہاں "مشرقی تیمور" کی جھاڑی اُگائی گئی ہے۔ موریطانیہ میں فرانس کا مفاد ہے، اگرچہ نوآبادیاتی نظام ظاہری طور پر تحریکِ آزادی کے ہاتھوں موت کا شکار ہو گیا ہے، لیکن دالوں کی پیداوار کا سب سے بڑا ملک اب موت کے درخت اُگاتا ہے، جس کی شاخوں پر انسانی کھوپڑیوں کے پھول کھلتے ہیں۔ لیبیا میں امریکا کا مفاد ہے، اسی لیے وہ اب ملک کے بجائے دہشت ناک جنگل بنتا جا رہا ہے۔ بھارت میں اسرائیل سمیت امریکا کا بھی مفاد ہے، اسی لیے وہاں درندوں کے ہاتھوں جلنے والے انسان مسلمان ہیں اور یہ امریکا کی نظر میں

دہشت گردی نہیں ہے۔ فلسطین میں برطانیہ کا مطلب ہے، اسی لیے عالم اسلام کے اس دل میں اسرائیلی خنجر پیوست ہے۔ یہ بھی امریکا کی نظر میں دہشت گردی نہیں ہے۔ امریکا نے جھوٹے پروپیگنڈے کی بنیاد پر خود تو دہشت گردی کی، لیکن اپنے ساتھ 46 ممالک کو بھی افغانستان کو تباہ کرنے کے لیے ساتھ لے آیا۔ یہ بھی امریکا کی نظر میں دہشت گردی نہیں ہے۔ اس نے عراق کو موت کا شہر بنادیا ہے، لیکن یہ بھی عالمی امن کے ٹھیکیدار کی نگاہ میں کوئی دہشت گردی نہیں ہے۔

آج کی دنیا میں عالم کفر کا کوئی ایک ملک ایسا نہیں ہے، جہاں جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔ سوال یہ ہے کہ میدانِ جنگ بننے والے تمام ممالک اسلامی ہی کیوں ہیں؟ امریکا، برطانیہ، فرانس، چین اور روس میں جنگ کیوں نہیں ہو رہی؟ اگر روس یوکرائن میں اپنے مفاد کے لیے توپوں کے دہانے کھولتا ہے تو اس کا معاملہ چند ہی دنوں میں کیوں حل ہو جاتا ہے؟ اگر یہی جنگ میانمار میں ہوتی ہے تو وہاں صرف مسلمانوں کی ہی لاشیں کیوں گرتی رہتی ہیں؟ جبوتی میں افلاس آوارہ پھرتا ہے تو امن اور معیشت کی بانگیں دینے والی عالمی طاقتیں وہاں کی غربت کو کیوں ختم نہیں ہونے دیتیں؟ صرف اس لیے کہ وہ عالمی سمندری گزر گاہ پر واقع ہے۔ اگر وہ اپنے پیٹ کے علاوہ کی سوچنے کے لیے فارغ ہو گیا تو وہ مسلمانوں کا تیل چوری کر کے لے جانے والے امریکی بحری جہازوں سے ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ آبنائے باب المندب کے گرد جنگ کا میدان گرم کر دیا گیا ہے۔ امریکی ادارے "یو ایس انرجی انفارمیشن ایڈمنسٹریشن" کے مطابق باب المندب سے یومیہ تقریباً 38 لاکھ بیرل تیل گزر کر یورپ، مغربی ایشیا اور امریکا جاتا ہے۔ یوں یہ تیل کی نقل و حمل کے لیے دنیا کی چوتھی بڑی گزر گاہ ہے۔ اگر جبوتی والے اس 38 لاکھ بیرل تیل لے کر جانے والے جہازوں سے ٹیکس لینا شروع کر دیں تو آپ کو وہاں بھوک اور افلاس نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی۔ لیکن تیل چور طاقتیں ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گی۔ لیبیا کی خانہ جنگی کے پس پردہ بھی امریکا کا ہی مفاد ہے۔ سعودیہ کے خلاف گھیر انگ کرنے کے لیے ایران کی پیٹھ تھپتھپانے میں بھی یہی کچھ کہانی ہے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ امریکا اپنی معیشت کی تمام جنگیں عالم اسلام کے دل پر بیٹھ کر لڑ رہا ہے۔ برطانیہ نے اپنے عروج میں بھی یہی کام کیا تھا۔ اس نے عرب ممالک پر اپنا کنٹرول مضبوط کرنے کے لیے "لارنس آف عریبیہ" کو جنم دیا تھا، لیکن امریکا نے تمام عالم اسلام پر اپنا خونی پنجہ جمانے لیے مختلف شکلوں میں بہت سے "لارنس آف اسلامیہ" بھیج رکھے ہیں۔ وہ آج ہر مسلمان ملک میں موجود ہیں۔ ضرورت صرف امر کی ہے کہ مسلمان اُنہیں پہچان لیں، ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔ اسی صورت میں اسلامی ممالک میں امن آسکتا ہے۔ عالم کفر سے ظلم کا بدلہ لینے اور امن کی بہاریں دیکھنے کا یہی راستہ ہے۔ ورنہ امریکا ساری زندگی یہی گیدڑ بھبکیاں دیتا رہے گا کہ "ہم طالبان کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم صرف دہشت گردی کے خلاف ہیں۔ لیکن طالبان دہشت گردی ختم کر دیں، اسی صورت میں انہیں افغان حکومت کے ساتھ سیاسی معاملات میں داخل کیا جاسکتا ہے۔" امریکا ایسے بیانات ایسے دیتا ہے، جیسے اس نے حکومتیں بنانے اور تقسیم کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ طالبان کو حکومت قائم کرنے کے لیے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے یا آپ کو برطانیہ اور روس جیسے انجام سے بچنے کے لیے باعزت واپسی کے لیے طالبان کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ڈینیل فیلڈ مین کے بیان پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ "یہ منہ اور مسور کی دال!"

❋ ❋ ❋

بقیہ از: افغانستان فروری 2015 میں

25 فروری کو جب اقوام متحدہ نے جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کے متعلق رپورٹس نشر کیں تو اس کے بعد نیویارک ٹائمز نے لکھا کہ افغانستان میں صرف افغان حکام قیدیوں پر تشدد نہیں کرتے بلکہ سی آئی اے نے بھی کئی سال یہاں قیدیوں کو جیلوں میں بند رکھا۔ انہیں ہر طرح سے اذیتیں دیں۔ نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے کہ امریکی سینیٹ کی ایک کمیٹی کی جانب سے شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ سی آئی اے کے اہلکار قیدیوں کے سروں پر پانی ڈالتے اور انہیں سونے نہیں دیتے تھے۔ اخبار نے انسانی حقوق کے حوالے سے اقوام متحدہ کے کمشنر زید رعد الحسین کی باتیں نقل کی ہیں۔ زید رعد الحسین کا کہنا ہے کہ قیدیوں پر تشدد واضح جرم ہے جو کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔

فارن پالیسی نے بھی اقوام متحدہ کی رپورٹوں کی اشاعت کے بعد قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک کے موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکا نے مختلف ممالک میں افغانوں سمیت بہت سے لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، اقوام متحدہ کی رپورٹ سے ایسا لگتا ہے کہ افغان حکومت بھی قیدیوں کے ساتھی ایسا ہی بے رحمانہ سلوک کرتی ہے جس طرح امریکی کرتے تھے۔

افغان فوج میں دراڑ پڑنے کے قریب

شکور شفیق

کابل کی غلام اور کٹھ پتلی فوج جو امریکا کی رہنمائی میں مغربی فوج کے جنرلز کے ہاتھوں وجود میں آئی جس کی ٹریننگ اسلحے پر آنے والی اخراجات سمیت تمام تر ذمہ داریاں بھی امریکا نے سنبھالی ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ اس فوج کی جنگی مشن اور کارروائیوں کے اہداف کا تعین بھی امریکا ہی کرتا ہے۔ لیکن اس فوج کی سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ فوج میں اعلیٰ عہدوں پر براجمان افسران، جنرل اور میجر وغیرہ عام طور پر سابق کمیونسٹ اور کمیونزم کے فلسفے کی پیروکار ہیں۔ بد قسمتی سے کابل میں ایک مرتبہ پھر اعلیٰ اور کلیدی عہدوں پر ان بدنام زمانہ سابق جنگجوں کو بٹھایا گیا ہے جن کی وجہ سے افغانستان کھنڈرات میں تبدیل ہوا، اور اب بھی ان کے مظالم سے لاکھوں افغان ہجرت کر کے ہمسایہ ممالک میں کھلے آسمان تلے کسمپرسی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔

آج پھر ملکی خود مختاری اور جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کے علمبردار مجاہد طالبان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی خونخوار کمیونسٹ افسران ہیں جو ان کفار کے سامنے ڈھال بن جاتے ہیں۔ کفار نے بھی انہیں ہر طرح کے ظلم وستم ڈھانے کی مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ افغان فوج میں بین الاقوامی قوانین کے خلاف چور، ڈاکو، بدقماش، انسانی سمگلرز اور مختلف قسم کے نشوں میں مبتلا افراد کو بھرتی کیا گیا ہے۔ ان نااہل اور ملکی سالمیت کو داؤ پر لگانے والوں نے آج شہداء کے اس مقدس سرزمین کے نظام حکومت کی ڈوریں سنبھالی ہوئی ہیں۔

کٹھ پتلی افغان فوج کی بنیاد رکھتے ہوئے نہ دینی اقدار کو دیکھا گیا اور نہ قومی اقدار کو بلکہ اس فوج میں شمولیت کی بنیادی اہلیت جہاد اور علماء کے خلاف نفرت اور انہیں طرح طرح کے مغربی القابات سے پکارنے والے افغان اس فوج میں شمولیت کے حقدار ٹھہرے جن کو آغاز میں ہی یہ بات سکھائی گئی کہ جہاد دہشت گردی اور علماء انتہاء پسند اور دہشت گرد ہیں ان کی ٹریننگ کیلئے انہی دو باتوں پر اکتفا کیا گیا۔ ان کاسہ لیسوں کو اب افغانستان کے مختلف محاذوں پر طالبان کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔ مختصر یہ کہ فوج، پولیس اور عدلیہ کے تمام فیصلے واشنگٹن کرتا ہے اور افغانوں کی حیثیت ان کے سامنے ریموٹ کنٹرول کھلونوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

کابل کی غلام اور کٹھ پتلی فوج کا یہی پست معیار اس مصنوعی فوج میں دراڑ ڈالنے کے اسباب ہیں اور مقررہ وقت سے قبل یہ فوج مختلف ناموں کے تحت تقسیم ہونے والی ہے۔ مغربی میڈیا میں یہ رپورٹس بھی آئی ہیں کہ 2014 میں افغان فوج سے تقریباً 30000 اہلکار اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر فرار ہوگئے ہیں۔ اگر ایک طرف ان کے نا اہل ہونے کو ان کے بھاگنے کی وجہ بتائی جاتی ہے تو دوسری طرف مجاہدین کے تابڑ توڑ حملے اور جنگی میدان میں مجاہدین کی بے پناہ کامیابی بھی انہیں فوج سے بھاگنے پر مجبور کر رہی ہیں۔

افغان فوج سے اہلکاروں کے فرار کی خبر حالیہ دنوں میں مغربی میڈیا نے امریکا کے خبر رساں اداروں کے حوالے سے دی ہے کہ 2014 میں ہزاروں افغان فوج کے اہلکار فوج سے بھاگ چکے ہیں کہا جاتا ہے کہ کٹھ پتلی فوج کی تعداد اب کم ہو کر ایک لاکھ 45 ہزار رہ گئی ہے حالانکہ اس سے قبل یہ تعداد ایک لاکھ 95 ہزار تھی۔

اس رپورٹ میں غیر ملکی جارحیت پسندوں کے کمانڈر جنرل جوزف اینڈرسن کا یہ انکشاف بھی شامل ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اکتوبر 2014 تک افغان فوج کے 20 فیصد نوکریاں بالکل خالی پڑی تھیں جوزف کا کہنا تھا کہ ملکی افواج میں فوج میں شمولیت کی کوئی اہلیت نہیں ہے ان کا کہنا تھا کہ افغان فوج سے اہلکاروں کا فرار اور فوج میں مزید بھرتیاں نہ ہونا ایک بڑا المیہ ہے۔

افغانستان کے عوام کی اکثریت صرف اسلامی اور اعلیٰ ظرفیت کے حامل فوج چاہتے ہیں اور موجودہ کٹھ پتلی فوج سے کبھی اس بات کی امید نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ افغانوں کے دین، جان، مال اور عزت وناموس کی حفاظت کرنے والی فوج ثابت ہوگی۔ اس فوج میں شامل سابق کمیونسٹ درندے اور مغرب کے ایجنٹوں کی موجودگی میں افغان عوام اس فوج کو مغربی فوج سمجھ رہی ہے بہت جلد اس فوج کی جگہ ایک خود مختار اسلامی فوج لے گی۔ ان شاءاللہ

افغانستان فروری 2015 میں

احمد فارسی

نوٹ: چونکہ بڑی حد تک میڈیا کی آزادی ختم کی جاچکی ہے اور بیرونی جارحیت پسند اور ان کے داخلی کٹھ پتلی اپنے نقصانات کے متعلق سچے معلومات شائع نہیں کرتے۔اس لئے اس تحریر میں ان واقعات اور نقصانات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔اسی طرح کچھ ذرائع ابلاغ کی رپورٹس اور عینی شاہدین کے بیانات بھی شامل کیے گئے ہیں۔نقصانات کے تحقیقی اعداد وشمار الامارہ اور دیگر ویب سائٹس پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

[illegible]

گذشتہ ماہ کے اوائل میں کچھ مغربی ذرائع ابلاغ نے افغانستان میں امریکا کے اطلاعاتی مراکز کے حوالے سے خبر دی ہے کہ 2014 کے دوران افغان نیشنل آرمی کی صفوں سے 30 ہزار فوجی فرار ہوگئے ہیں۔اس رپورٹ میں خارجی فوجیوں کے جنرل کمانڈر جنرل جوزف انڈرسن کے بقول اکتوبر 2014 تک نیشنل آرمی کی بیس فیصد سیٹیں خالی ہوچکی تھیں۔نیشنل آرمی کے فرار ہونے کی وجہ مجاہدین کے حملوں میں اضافہ اور فوجیوں کے نقصانات اور کرپشن میں اضافہ ہے۔

نیشنل آرمی سمیت پولیس کی صفیں بھی خالی ہورہی ہیں۔گذشتہ ماہ کے اوائل فارن پالیسی نامی نشریاتی ادارے کی جانب سے افغانستان کی تعمیرنو کے لیے امریکی تحقیقی ادارے سیگار کے بقول: تین لاکھ افراد کو پولیس ملازمت کے کارڈ جاری کیے گئے ہیں مگر اب صرف ایک لاکھ 57ہزار پولیس موجود ہیں

جارحیت پسند دشمن کے نقصانات:

گذشتہ ماہ 4 فروری کو ننگرہار ضلع نازیانو کے علاقے دلال منڈی میں مجاہدین نے امریکیوں کا ایک ہیلی کاپٹر گرادیا۔جس میں سوار تمام بیرونی اور داخلی فوجی ہلاک ہوگئے۔یہ ہیلی کاپٹر اس وقت گرایا گیا جب خطے میں بیرونی اور داخلی فوجیوں نے چھاپہ مارا اور رات بھر مجاہدین سے لڑائی میں مصروف رہے۔صبح مجاہدین نے یہ ہیلی کاپٹر مار گرایا۔اس حوالے سے امریکیوں نے چپ سادھ لی ہے اور کچھ نہیں کہا۔

26 فروری کو کابل کے وزیر اکبر خان کے علاقے میں ناٹو کے قافلے پر حملہ ہوا جس میں ناٹو کے بیان کے مطابق ایک اہلکار ہلاک ہوگیا۔اس واقعے میں ناٹو کا ایک اور اہلکار زخمی ہوگیا۔مگر عینی شاہدین اور مجاہدین کی رپورٹوں کے مطابق اس واقعے میں دشمن کی اور بھی بہت سی ہلاکتیں ہوئی ہیں۔

28 فروری کو امریکیوں کا ایک اور بغیر پائلٹ طیارہ صوبہ لوگر ضلع چرخ میں گرایا گیا۔مجاہدین نے یہ طیارہ ضلع چرخ خواجہ اسماعیل میں مار گرایا جس کا دشمن نے خود بھی اعتراف کیا۔

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات:

2فروری کو قندہار ضلع میوندمیں دشمن کی صفوں میں موجود دو مجاہدین نے حملہ کرکے چیک پوسٹ پر موجود کمانڈر سمیت تمام پولیس اہلکاروں کو ہلاک کردیا۔

6فروری 8بجے شام کو دو فدائی مجاہدین نے قندہار شہر کے چوتھے اور نویں سیکورٹی زون پر حملے کردیے۔جنگ تین گھنٹے تک جاری رہی۔اس میں دشمن کو بہت جانی نقصان ہوا۔اگرچہ ذرائع ابلاغ نے قندہار حکام کے حوالے سے بتایا کہ جنگ میں صرف چارپولیس اہلکار ہلاک ہوئے ہیں مگر طالبان کے ترجمان قاری محمد یوسف کے بقول اس جنگ میں کمانڈر سمیت 25 پولیس اہلکار ہلاک اور کئی زخمی ہوئے ہیں۔

10 فروری کو دوپہر کے وقت چار فدائی مجاہدین قندوز کے پولیس ہیڈ کوارٹرمیں ایسے حالات میں داخل ہوئے کہ وہاں تربیت کے لیے 400 پولیس اہلکار جمع تھے۔مجاہدین نے اندر داخل ہوتے ہی جنگ کا آغاز کردیا۔یہ جنگ تین گھنٹے جاری رہی جس میں بہت سے پولیس اہلکارہلاک ہوئے۔اگرچہ انتظامیہ نے ایک پولیس کی ہلاکت اور تین کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا ہے مگر عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ انہوں نے بہت سے پولیس اہلکاروں کو دیکھا ہے جو اس جنگ میں زخمی یا ہلاک ہونے کے بعد ہیڈکوارٹر سے نکالے جارہے تھے۔

غزنی حکام نے اعتراف کیا کہ 11 فروری کو غزنی کے انڈر ولسوالی میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں نیشنل آرمی کے تین اہلکار ہلاک اور دو زخمی ہوگئے

11فروری کو مجاہدین نے ننگرہار ضلع خوگیانو کے ہاشم خیل کے علاقے میں مجاہدین نے اس فوجی کو سرعام پھانسی دی جس نے پکتیا میں ایک مجاہد کی

شہادت کے بعد اسے ایک ٹینک سے باندھ کر گھسیٹا تھا۔ اسماعیل نامی آرمی کے اس اہلکار کو گرفتاری کے بعد مجاہدین نے جرم ثابت ہونے کے بعد سزا دی۔

14 فروری کو سرپل میں دو اہم کمانڈروں نے اپنے پانچ سو ساتھیوں سمیت دشمن کی صفوں سے نکل کر مجاہدین کی صفوں میں شمولیت اختیار کرلی۔ ضلع شیرم اور قدم جا کے علاقے میں یہ دو کمانڈر خال محمد اور گلبدین بہت سے اسلحہ اور اہم فوجی وسائل کے ساتھ مجاہدین کی صفوں میں داخل ہوگئے۔ اور اس کے ساتھ ہی دشمن کی چیک پوسٹوں اور مراکز پر شدید لڑائی کا آغاز ہوگیا۔ سرپل مرکز کے قریب بلغلی کے علاقے میں دشمن پر مسلح حملے ہوئے جس نے علاقے سے دشمن کا نام ونشان مٹادیا۔ سرپل حکام نے بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کے دو کمانڈر اپنے ساتھیوں سمیت مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ اس کے بعد دشمن نے سرپل کے ضلع شیرم، قدم جا اور بلغلی میں مجاہدین کے خلاف آپریشن کا آغاز کردیا۔ اور اپنی پیش رفت اور مجاہدین کے نقصانات کے دعوے کیے۔ مگر سرپل میں عینی شاہدین اور علاقے کے شہریوں نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ مجاہدین اب بھی اپنے ٹھکانوں میں موجود ہیں اور دشمن نے کوئی پیش رفت نہیں کی۔

.17 فروری کو چار فدائی مجاہدین نے لوگر کے پولیس ہیڈکوارٹر پر فدائی حملہ کیا۔ حملہ دوپہر 12بجے کے قریب ہوا۔ 150 پولیس اہلکار جو اس وقت کھانا کھارہے تھے، دو فدائی مجاہدین نے دروازے پر کھڑے پہرے داروں پر حملہ کیا۔ پہرے داروں کے خاتمے کے بعد جب راستہ خالی ہوگیا تودو فدائی مجاہدین نے فدائی جیکٹوں، دستی بموں اور دیگر اسلحہ کے ساتھ ہیڈکوارٹر میں داخل ہوگئے اور میس میں موجود فوجیوں پر حملہ کردیا۔ جنگ تین گھنٹے جاری رہی۔ انتظامیہ کے مطابق 22 پولیس اہلکار اس حملے میں ہلاک اور 10 زخمی ہوئے۔ طالبان کا کہنا تھا کہ 150 فوجی اس وقت وہاں کھانا کھارہے تھے اور 20 اہلکار پہرے پر کھڑے تھے عینی شاہدین کا کہنا تھا کہ اس حملے میں درجنوں کی تعداد میں فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔

22فروری کو دایکنڈی ضلع کجران میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف وسیع پیمانے پر حملوں کا آغاز کردیا۔ جو 25 دن تک جاری رہے۔ اگرچہ ان جنگوں کے حوالے سے دائیکنڈی حکام نے اپنی بے بسی کا اعتراف کرلیا مگر نقصانات کے حوالے سے کچھ نہیں کہا۔

گذشتہ ماہ دشمن نے قندوز میں بھی آپریشن کا آغاز کردیا، یہ آپریشن کافی عرصے تک ضلع امام صاحب میں رہے۔ قندوز حکام کے مطابق 14 فوجی یہاں ہلاک ہوئے ہیں اور 60 کے قریب دیگر زخمی ہوگئے۔ دشمن مجاہدین کے نقصانات کی رپورٹیں بھی نشر کی ہیں مگر مجاہدین نے ان دعوں کو جھوٹ قراردیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

21فروری کو وزارت دفاع نے ایک بیان میں کہا ہے کہ گذشتہ چوبیس گھنٹوں میں ہلمند، قندہار، غزنی اور کنڑ میں جنگوں اور دھماکوں کے دوران نیشنل آرمی کے چھ اہلکار ہلاک ہوگئے۔

21فروری کو پکتیا کے پولیس سربراہ کو مرکز گردیز میں ہلاک کیا گیا۔ 16 فروری کو ضلع میوند میں ایک حملے کے دوران دشمن نے چھ پولیس اہلکاروں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ مجاہدین نے کہا ہے کہ کمانڈر سمیت 6 اربکی ہلاک ہوئے اور بڑی تعداد میں ان سے اسلحہ غنیمت میں لے لیا گیا۔

18 فروری کو پکتیکا ضلع شخیل آباد میں پولیس سربراہ اپنے ایک محافظ سمیت ایک بم دھماکے میں ہلاک ہوگیا۔ وہ گھر سے دفتر جارہے تھے کہ راستے میں بارودی سرنگ کا شکار ہوگئے۔ اسی روز زابل ضلع شاجوئی میں پولیس سربراہ دستی بم حملے میں اپنے بیٹے اور چھ ساتھیوں سمیت زخمی ہوگیا۔ یہ دھماکہ ان کے مہمان خانے میں ہوا، ان کے محافظ بھی بعد ازاں شدید زخموں کے باعث ہلاک ہوگئے۔ مجاہدین کا کہنا تھا کہ اس ضلع میں اربکی کمانڈر محمد اللہ پر ایک فدائی مجاہد نے حملہ کردیا۔ جس میں کمانڈر سمیت 10 اہلکار شدید زخمی ہوگئے۔ اور آخر میں مجاہدین واپس صحیح سلامت واپس لوٹ گئے۔ انہوں نے دستی بموں سے حملے کیے اور فائرنگ کی۔

19 فروری کو قندہار سپین بولدک کے بازار میں تیکنیکی فدائی حملہ ہوا۔ پہلے مجاہدین نے 12 بجے کو شائستہ پمپ کے قریب موٹر سائیکل دھماکے سے اڑادی۔ جائےوقوعہ پر بہت سے پولیس اور نیشنل آرمی کے اہلکار جمع ہوگئے۔ دو مجاہدین جو پہلے سے پولیس کی وردی میں تھاک میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے اچانک اہلکاروں پر حملہ کردیا۔ جنگ تقریبا ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ بہت سے فوجی زخمی اور ہلاک ہوگئے۔ علاقے کے عینی شاہدین نے کہا کہ انہوں نے بہت سے پولیس اہلکاروں کو دیکھا جو جائے وقوعہ پر ہلاک ہوئے پڑے تھے۔ مگر قندہار کے حکام نے کہا کہ اس حملے میں صرف ایک پولیس اہلکار ہلاک اور 8 زخمی ہوئے تھے۔ طالبان ترجمان نے کہا کہ اس جنگ میں 30 اہلکار ہلاک اور بہت سے زخمی ہوگئے۔

ہلمند میں دشمن کے آپریشن کی شکست

15 فروری کو 7000 کٹھ پتلی فوجیوں نے ہلمند میں خصوصی آپریشن کا آغاز کردیا۔ آرمی نے پہلے ضلع گریشک کے علاقے باباجی میں شدید مزاحمت کی۔ بعد ازاں سنگین، نہر سراج، خانشین اور مارجہ میں شدید مزاحمت ان پہلے مراحل میں ہی ہوئی۔ صرف 18فروری کو مارجہ کے ترخ نادر کے علاقے میں 7 فوجی گاڑیاں تباہ اور 30 فوجی ہلاک ہوگئے۔ 19 فروری کو مارجہ کے 11 کٹھ پتلی فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ ایک بکتر بند گاڑی بھی تباہ ہوگئی۔ اگرچہ کابل انتظامیہ نے جنگ میں فوجیوں کے حوصلہ ہارجانے کے خوف سے اپنے نقصانات

کے حوالے سے کچھ نہیں کہا مگر علاقے کے لوگ اس کے عینی شاہد تھے۔

19فروری کو ہلمند کے پولیس سربراہ نبی جان ملاخیل نے اعتراف کیا کہ ان کی کارروائی بہت سست رفتاری سے جاری ہے۔ دشمن نے ہلمند کے ساتھ ساتھ پڑوس کے صوبوں میں آپریشن شروع کیے تھے۔گذشتہ ماہ کے آخری مہینے میں صرف ضلع سنگین میں 32ٹینک اور گاڑیاں تباہ اور 169 فوجی ہلاک ہوگئے۔ اگرچہ انتظامیہ نے اپنے نقصانات پر پردہ ڈال رکھا ہے مگر بی بی سی کے مقامی صحافی جو ضلع سنگین گئے تھے انہوں نے کہا سنگین کی جانب جانے والی سڑک پر تباہ شدہ گاڑیوں کے بکھرے ہوئے پرزے یہ واضح کررہے تھے کہ یہاں شدید لڑائی ہوئی تھی۔انہوں نے کہا کہ سڑک پر فوجیوں کی جلائی اور بارودی سرنگ سے تباہ کی گئی گاڑیوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔انہوں نے کہا کہ فوجی اب تک یہاں سے دیگر علاقوں کی جانب نہیں اترے ، بلکہ اب تک صرف سنگین کی جانب جانے والی سڑک پر کھڑے تھے۔حالات کے تجزیہ کاروں نے بھی ان آپریشنوں کو ناکام قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ داخلی فوجیوں نے اب تک کوئی پیش رفت نہیں کی ہے۔اب ہلمند ضلع سنگین اور ترخ ناور سیمہ میں جنگ جاری ہے۔جس سے روزانہ کی بنیاد پر دشمن کو شدید نقصان ہورہا ہے۔

دشمن کا اپنی شکست اور عاجزی کی حد تک کا اعتراف

بدخشان کے گورنر کے نائب گل محمد بیدار نے گذشتہ ماہ 11فروری کو کہا ہے کہ اس صوبے کے 6اضلاع میں وسیع پیمانے پر طالبان کے اثر ورسوخ موجود ہے۔اور طالبان سے لڑنا اب ان کی بس سے باہر ہوچکا ہے۔

گذشتہ ماہ 14 مارچ کو افغانستان میں موجود جنرل کمپ بیل نے کہا کہ 2015کی جنگوں کے لیے وہ ابھی سے پریشان ہیں اور یہ جنگیں بہت طاقتور ہوں گی۔ان کا کہنا تھا کہ طالبان کے آئندہ حملے بہت شدید اور طاقتور ہوں گے۔

17 فروری کو کابل انتظامیہ کے وزارت دفاع معین ایوب سالنگی نے ایک اجلاس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان کی فوج ابھی پوری طرح مسلح اور تربیت یافتہ نہیں ہوئی۔

جرائم

4فروری کو ہرات میں نیشنل آرمی کے اہلکاروں نے ایک معمر شخص پر قصدا بلااشتعال فائرنگ کرکے اسے شہید کردیا۔3فروری کو اربکیوں نے پکتیکا ضلع یحیی خیل میں 15 علماء کے گھروں اور ایک مدرسے کو جلاڈالا۔اور وہاں سے لوٹا ہوا سامان اپنے ٹھکانوں پر لے گئے اور آپس میں تقسیم کرڈالا۔اسی طرح 100 مزید گھروں کو دھمکی دی ہے کہ وہ علاقہ خالی کردیں۔ کابل انتظامیہ نے ہرات میں 8،7 مارچ کو عام لوگوں سے 1000 موٹر سائیکلیں چھین لیں۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

9فروری کو اسمبلی کے رکن شریف اللہ کامہ وال کے محافظوں کی عام لوگوں سے لڑائی ہوگئی جس میں 3 عام افراد زخمی ہوگئے۔جن میں سے ایک کی حالت نازک تھی۔یہ لڑائی اس لیے شروع ہوئی کیوں کہ محافظ کابل کے شاہ شہید کے علاقے میں لوگوں کی زمینوں پر قبضہ کرنا چاہ رہے تھے۔

یکم فروری کو شائع ہونے والی رپورٹس میں بتایا گیا تھا کہ اربکیوں نے فاریاب ضلع قیصار میں دو سو گھروں کو جلاڈالا اور کئی لوگوں کو علاقہ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔اربکیوں نے ایک خاتون اور بچے سمیت 4افراد کو شہید کرڈالا۔

11فروری کو دشمن کے ڈرون طیاروں نے بمباری کرکے ننگرہار نازیانو کے علاقے میں دو افراد کو شہید کرڈالا۔

13 فروری بروز جمعہ نیشنل آرمی کے اہلکاروں نے ضلع آلہ سائی کے مرکز میں فائرنگ کرکے 20 نمازیوں کو زخمی کردیا۔کاپیسا کے حکام نے کہا ہے کہ فائرنگ میں 10 افراد زخمی ہوگئے مگر واضح نہیں کیا کہ فائرنگ کس نے کی۔ہلمند ضلع سنگین میں ذوالفقار آپریشن کے ابتدائی دنوں میں 16 فروری کو نیشنل آرمی ، پولیس اور اربکیوں نے مالسند کے بازار میں 200 دکانوں اور ایک مکینک جس میں درجنوں گاڑیاں کھڑی تھیں انہیں جلاڈالا۔ہلمند آپریشن کے جنرل کمانڈر داداں لونگ نے لوگوں کی شکایت کے بعد کہا کہ اس نے لوگوں کی دکانیں اس لیے جلائی ہیں کہ ان کے خیال میں یہاں طالبان اپنے بارودی سرنگ بناتے تھے۔

گذشتہ ماہ کے دوران آرمی نے ہلمند ضلع سنگین میں درجنوں گھراور باغات منہدم کردیے۔بی بی سی کے مقامی صحافی نے بھی اس علاقے کے دورے کے بعد 27 فروری کو ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ سنگین میں سڑک کے 50 کلومیٹر کے حدود میں فوجیوں نے گھروں اور باغات کا صفایا شروع کردیا۔ بعض ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ گذشتہ ماہ 19 فروری کو پکتیا ضلع زرمت میں بیرونی فوجیوں نے فضائی حملے میں 2 افراد کو شہید کردیا۔17 فروری کو مذکورہ ضلع میں 2عام افراد بھی شہید ہوگئے۔ یہ خبریں اگرچہ عام ذرائع ابلاغ پر نشر نہ ہوسکیں مگر کچھ آزاد ذرائع نے یہ خبریں نشر کی ہیں۔

13 فروری کو زابل ضلع شینکی میں "لوی کلی" چیک پوسٹ پر اربکیوں کے درمیان آپس کی جنگ ہوگئی جس میں ہلاکتیں اور زخمی بھی ہوئے یہ خبر علاقائی لوگوں نے دی ہے۔

28فروری کوفوجی چھاونی 209 شاہین کا انسٹرکٹر افسر اپنے سیکرٹری کی فائرنگ سے ہلاک ہوگیا۔مذکورہ افسر کو مزار شریف کے مضافاتی علاقے میں خنجر کے وار کرکے قتل کیا گیا تھا اور اس واقعے کے بعد ان کا سیکرٹری غائب ہے۔

اظہار رائے کی آزادی اور صحافیوں پر تشدد

6فروری کو ہرات شہر میں پولیس نے علاقائی ٹی وی کے ایک صحافی کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ جمشید حکاک جو اپنے گھر سے روانہ ہوکر کام پر جارہے تھے

گمرک کے علاقے میں پولیس نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔حکاک کا کہنا ہے کہ پولیس نے انہیں شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور انہیں شدید چوٹیں آئیں۔انہوں نے کہا پولیس کا سلوک غیر انسانی تھا۔صحافیوں کے حقوق اور دفاع کی خاطر کام کرنے والی تنظیم کے سربراہ اور صحافی ولی محمد حدید نے کہا کہ گزشتہ دس سالوں سے مسلسل صحافیوں کو پولیس اور انتظامیہ کی جانب سے شدید دھمکیوں اور مشکلات کا سامنا ہے۔

انتظامیہ کی جانب سے اسلامی مقدسات کی اہانت:

26 فروری کو اربکیوں نے ضلع انڈر گاوں صالحانو میں ایک مسجد کو جلاڈالا جس میں موجود قرآن کریم 18 نسخے بھی جل گئے۔کہا جاتا ہے کہ اربکیوں نے مسجد کو اس وقت جلایا جب گاوں کے لوگوں نے انہیں کھانا کھلانے سے انکار کردیا تھا۔

3 فروری کو اربکیوں نے پکتیکا ضلع یحیٰ خیل میں علماء کے گھروں سمیت ایک مدرسے کو بھی آگ لگاکر جلاڈالا۔اور گھروں سے لوٹا ہوا سامان آپس میں تقسیم کردیا۔

3مارچ کو اربکیوں نے صوبہ غور کے علاقے درہ تخت میں تمام مساجد کو تالے لگادیے اور ائمہ مساجد پر تشدد کرکے علاقہ بدر کردیا۔علاقے کے شہریوں کا کہنا ہے کہ اربکیوں نے دھمکی دی ہے کہ اب ان مساجد کو نہ کھولا جائے۔

جیل یا وحشت کے مراکز:

24فروری کو افغانستان میں انسانی حقوق کے علاقائی دفتر نے کہا کہ ملک بھر کی جیلوں خصوصا پل چرخی جیل میں قیدیوں کے متعلق معلومات جمع کرتے وقت دیکھا کہ قیدیوں کو سزا کی مدت ختم ہونے کے بعد بھی رہا نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک قیدی کو سزا کی مدت ختم ہونے کے 2سال بعد بھی رہا نہیں کیا گیا تھا۔

قیدیوں کے حالات کے متعلق معلومات جمع کرتے ہوئے انسانی حقوق کمیشن نے دیکھا کہ قیدیوں کے مقدمات اپنے وقت پر نہیں اٹھائے جاتے۔صرف پل چرخی جیل سینکڑوں قیدی مدت قید پوری کرنے کے بعد بھی جیل میں ہیں۔

25فروری کو اقوامتحدہ کے خصوصی ادارے نے کہا کہ افغانستان کی جیلوں میں قیدیوں کو برقی شارٹ دیے جاتے ہیں۔یوناما جس نے سال 2013 اور 2014 میں قیدیوں کے حالات پر نظر رکھا اور اس حوالے سے تحقیق کی اس کا کہنا ہے کہ قیدیوں کو کیبل ، پائپ اور لاٹھیوں سے مارا جاتا تھا۔

چوری اور ڈکیتی:

گزشتہ ماہ کابل بینک کی سپین بولدک برانچ کو بینک ہی کے تین ملازمین نے لوٹ لیا۔میڈیا کو یہ خبر 19فروری کو ملی جبکہ اس سے دو دن قبل بینک کے ملازمین بینک کی رقم لے کر فرار ہوگئے تھے۔اس بینک سے ایک رپورٹ کے مطابق 50 اور ایک رپورٹ کے مطابق 70 ملین افغان کرنسی چوری کی گئی تھی ۔کہا جاتا ہے یہ رقم تدریجا نکالی گئی تھی۔

اسی طرح گزشتہ ماہ قندہار میں لوگوں کی مسلسل یہ شکایت رہی کہ پولیس ان کے املاک چوری کرنے میں ملوث ہے۔پولیس سادہ لباس میں لوگوں کے گھروں میں کود جاتے ہیں۔راستوں میں موٹر سائیکل اور دیگر چیزیں چھین لیتے ہیں۔لوگوں کے اغواء میں بھی ملوث ہے۔

قندہار کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں میں پولیس ، اربکی اور نیشنل آرمی کے اہلکاروں کی جانب سے چوری اور ڈکیتی کی متعدد وارداتیں ہوتی رہی ہیں۔

عوامی نقصانات:

گزشتہ فروری کے مہینے میں بیرونی جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ نے ملک کے مختلف حصوں میں بمباری ، چھاپے ، توپ اور مارٹر کے گولوں اور سامنے فائرنگ میں خواتین اور بچوں سمیت 22 افراد کو شہید اور 33 کو زخمی کردیا۔

الحاق کرنے والے اہلکار:

فروری کے مہینے میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد ، جلب وجذب کمیشن کی کوششوں اور علاقائی مجاہدین کے تعاون سے 225 بڑے فوجی افسر ، عام اہلکار اور دیگر کارکن حقیقت کا ادراک کرنے کے بعد اپنے اداروں سے الگ ہوکر مجاہدین سے مل گئے۔یہ لوگ اپنے ساتھ بہت سا اسلحہ اور بڑے پیمانے پر دیگر اہم وسائل بھی لے کر مجاہدین سے مل گئے۔مجاہدین کی جانب سے ان کا پرجوش استقبال کیا گیا اور ان کے اس اقدام کی ستائش اور حوصلہ افزائی کی گئی۔اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں انعامات سے بھی نوازا۔

افغانستان کے حوالے سے عالمی ذرائع ابلاغ:

نیویارک ٹائمز نے گزشتہ ماہ کے اوائل میں اپنی ایک تجزیاتی رپورٹ میں کہا ہے کہ افغان عوام حکومتی عدالتوں کی بنسبت طالبان کی قائم کی ہوئی عدالتوں اور قاضیوں سے زیادہ رجوع کرتے ہیں اور ان کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔جس کی وجہ حکومتی عدالتوں میں بے انتہا رشوت اور کرپشن کا اضافہ ہے۔اخبار لکھتا ہے کہ حکومتی جج سارے فیصلے پیسوں کے بدلے کرتے ہیں۔لوگوں کے مقدمات سالہا سال تک طویل ہوجاتے ہیں۔مگر اس کے برعکس طالبان کی عدالتیں لوگوں کے مقدمات جلد از جلد حل کروادیتے ہیں۔جس سے بہت سے افغانوں کی امیدیں وابستہ ہیں۔

نیویارک ٹائمز نے کہا ہے کہ امریکا اور عالمی سوسائٹی نے افغانستان کے عدالتی نظام پر ایک ارب ڈالر سے زیادہ کی رقم خرچ کی ہے مگر اب بھی یہاں کا عدالتی نظام دنیا کا سب سے کرپٹ نظام ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر37پر ملاحظہ فرمائیں

تحریر: منیر معیز

جنگی جرائم فروری 2015

رواں سال یکم فروری کو صوبہ فاریاب ضلع قیصار کے علاقے نہرین میں طالبان اور فورسز کی جھڑپ کے بعد پولیس نے مقامی لوگوں کے گھروں پر حملہ کردیا ایک خاتون اور معصوم بچہ سمیت چار افراد کو شہید کردیا جبکہ 2 سو گھروں کو جلادیا گیا۔

3 فروری کو صوبہ پکتیکا ضلع یحیٰ خیل کے علاقے غیبی خیل اور یاخیل میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک دینی مدرسہ اور اساتذہ کی رہائش گاہوں کو مسمار کردیا، مقامی لوگوں نے میڈیا کے نمائندوں کو بتایا کہ اہلکاروں نے پہلے مدرسہ اور گھروں سے قیمتی اشیاء کو لوٹ لیا بعدازاں مسمار کردیا، ان کا کہنا تھا کہ اہلکاروں نے مقامی لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ جلد علاقہ چھوڑدیں بصورت دیگر ان سب کو ماردیا جائے گا۔

3 فروری کو صوبہ غور اور ہرات کی سرحد پر درہ تخت میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے مساجد کو تالا لگا کر بند کردیا اور آئمہ کرام کو علاقے سے نکال دیا گیا اور لوگوں کو دھمکی دی کہ آئندہ کوئی شخص بھی مسجد میں عبادت کے لئے نہ جائے۔

3 فروری کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے علاقے غنڈ میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے شہید محمد زئی کے گھر پر چھاپہ مارا اور بعدازاں اس کا گھر جلادیا گیا۔

4 فروری کو صوبہ ہرات ضلع گذرہ کے علاقے زیارتجای میں فورسز نے 71 سالہ معمر شخص کو شہید کردیا۔

5 فروری کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے قلعہ ساروان کے زیدانانو میں پولیس نے ایک راہگیر کو شہید کردیا۔

5 فروری کو صوبہ میدان وردگ ضلع نرخ کے زیولات، اسماعیل خیل اور محمد نور خیل پر فورسز نے چھاپہ مارا، لوگوں کے گھروں کی تلاشی لی، مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ تین افراد کو حراست میں لیا۔

8 فروری کو صوبہ قندہار ضلع معروف کے علاقے جر میں فورسز کے راکٹ حملہ میں ایک معصوم بچہ شہید ہوا۔

8 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع اچین کے علاقے باندر میں قابض افواج کے ڈرون حملہ میں دو افراد شہید ہوگئے۔

12 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع نازیان کے علاقے سپینی زی میں جارحیت پسندوں کے ڈرون حملہ میں دو افراد شہید ہوگئے۔

13 فروری کو صوبہ کاپیسا ضلع الہ سای کے شہر میں واقع جامع مسجد میں افغان فورسز نے داخل ہو کر نمازیوں پر اندھادھند فائرنگ شروع کردی جس کے نتیجے میں بیس نمازی زخمی ہوگئے جنہیں مقامی ہسپتال منتقل کردیا گیا۔

16 فروری کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے مالمند بازار میں قابض افواج اور افغان فورسز نے طالبان کے ساتھ جھڑپ کے بعد 200 دکانوں اور ایک موٹر شورم جس میں بائیس گاڑیاں کھڑی تھیں، کو جلادیا گیا۔

17 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے قیلغو میاگانو میں جارحیت پسندوں نے مقامی آبادی پر بمباری کی، مقامی لوگوں کے مطابق اس بمباری میں تین عام شہری [دل آغا ولد لعل زمان، نقیب اللہ ولد سید ملا اور نیاز محمد ولد مرزا] شہید ہوگئے۔

18 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے پٹی خرگی میں قابض افواج کے جاسوس طیارے نے ایک کار پر میزائل داغا جس میں سوار چھ افراد موقع پر شہید اور کار بھی تباہ ہوگئی۔

19 فروری کو قابض استعماری افواج نے صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقے سہاکو اور نیکناموکے درمیان سے گزرنے والی سڑک پر دو موٹر سائیکل سواروں کو نشانہ بنا کر شہید کردیا گیا۔

20 فروری کو صوبہ قندوز ضلع قلعہ زال کے مضافات میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہوا۔

21 فروری کو صوبہ زابل ضلع شینکی کے انیزوگاوں میں پولیس کی فائرنگ سے ایک بوڑھا شخص اور ایک معصوم بچہ شہید ہوا۔

22 فروری کو قندہار ضلع میوند کے علاقے شنہ سڑک میں فورسز نے طالبان سے جھڑپ کے بعد متعدد شہریوں کو حراست میں لیا۔

23 فروری کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے چرخیان ماندہ، پیروزو، میر حمزہ اور گروکے علاقوں میں فورسز نے ذوالفقار آپریشن کی آڑ میں مقامی لوگوں کے ساتھ گھروں کو مسمار اور فصل کو تباہ کردیا۔

24 فروری کو صوبہ کاپیسا ضلع تگاب کے انارجوی، سین زیہ، کرم، قورغل، تتر خیل اور ملایان گاوں پر فورسز نے راکٹ فائر کئے جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت سات افراد زخمی ہوگئے۔

27 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع حصارک کے خنجر میں اربکی ملیشیا کے راکٹ حملہ میں ایک بچہ شہید اور چار بچے زخمی ہوئے۔

اقتباسات [بی بی سی، آزادی ریڈیو = افغان اسلامک خبر رساں ادارہ، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ټکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹس]

جمادی الاولیٰ کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				ملیشیوں کی اموات	ملیشیوں کے زخمی	اہلکاروں کی ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	36	0	0	0	41	7	16	3	7	0
-2	ہلمند	179	4	0	0	462	279	92	20	35	2
-3	غزنی	27	0	0	0	42	24	4	1	4	0
-4	خوست	31	0	0	0	13	19	8	0	0	0
-5	نورستان	5	0	0	0	6	7	1	0	0	0
-6	میدان وردگ	16	0	0	0	31	23	2	1	1	0
-7	کونڑ	80	0	0	0	63	47	8	0	0	0
-8	پکتیکا	16	0	0	0	22	13	4	0	0	0
-9	زابل	46	0	0	0	32	23	10	11	0	0
-10	لوگر	20	0	0	0	44	11	3	3	1	0
-11	کاپیسا	10	0	0	0	26	17	4	0	0	0
-12	روزگان	31	0	0	0	41	22	7	1	2	0
-13	پکتیا	15	0	0	0	19	10	1	0	0	0
-14	فراہ	17	0	0	0	33	43	7	2	14	0
-15	کابل	7	1	5	0	6	5	3	2	0	0
-16	ننگرہار	118	0	0	2	96	116	29	2	4	0
-17	لغمان	21	0	0	0	14	17	3	0	0	0
-18	ہرات	17	0	0	0	16	16	6	0	1	0
-19	نیمروز	16	0	0	0	31	18	4	2	1	0
-20	بادغیس	7	0	0	0	4	1	5	0	0	0
-21	قندوز	36	0	0	0	96	63	2	4	12	0
-22	بغلان	14	0	0	0	43	25	3	4	5	0
-23	فاریاب	24	0	0	0	30	24	7	0	0	0
-24	غور	2	0	0	0	7	0	0	0	0	0
-25	پروان	5	0	5	10	4	0	0	0	1	0
-26	تخار	6	0	0	0	11	2	0	0	0	0
-27	سمنگان	2	0	0	0	0	2	1	0	0	0
-28	بدخشان	10	0	0	0	28	33	1	1	1	0
-29	بامیان	1	0	0	0	1	0	0	0	0	0
-30	بلخ	8	0	0	0	14	10	3	1	0	0
-31	جوزجان	4	0	0	0	0	3	2	0	0	0
-32	دائی کنڈی	18	0	0	0	50	25	5	3	7	0
-33	سرپل	7	0	0	0	30	16	2	0	0	0
-34	پنجشیر	1	0	0	0	2	2	1	0	0	0
مجموعہ		**853**	**5**	**10**	**12**	**1358**	**923**	**244**	**61**	**96**	**2**

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- لوگر میں ایک جاسوس طیارہ

WWW.NEWS.CN

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

4th Year April 2015

الامارہ جہادی اسٹوڈیو اردو زبان میں "جرأتوں کی سرزمین" نامی فلم ریلیز

امارت اسلامیہ افغانستان کے ثقافتی کمیشن کے شعبہ سمعی و بصری الامارہ جہادی اسٹوڈیو نے "جرأتوں کی سرزمین" نامی فلم اردو زبان میں ریلیز کردی۔

صوبہ غزنی میں واقع دشمن کی چوکیوں اور گشتی پارٹیوں پر مجاہدین کے حملے، جارح و کٹھ پتلی فوجوں کی ٹینکوں اور گاڑیوں پر دھماکوں کے ساتھ دشمن کے مرکز پر فدائی حملے کی فلمبندی کی گئی ہے، جسے الامارہ اسٹوڈیو کے کارکنوں نے جدید طرز پر ترتیب دی ہے۔ ایک گھنٹہ اور 23 منٹ پر مشتمل فلم مقدمہ سمیت تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔

فلم کے ابتدائی مرحلے میں دشمن کے رینجر گاڑیوں، بکتر بند ٹینکوں اور سپلائی کانوائے ہونے والے دھماکے دکھائے گئے ہیں۔

دوسرے حصے میں فدائی حملے اور تیسرے حصے میں دشمن کے مراکز، گشتی پارٹی اور سپلائی کانوائے پر مجاہدین کی تابڑتوڑ حملوں کی مناظر پیش کیے گئے ہیں۔

فلم کے آخر میں مفتوحہ ضلع رشیدان کی عکاسی اور عالیقدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ کا بیان پڑھ کر سنایا گیا ہے۔

فلم کو ویب سائٹ میں دی گئی لنکوں کی مدد سے اعلی، متوسط اور ادنی کوالٹی میں براہ راست ملاحظہ اور ڈاؤنلوڈ کرسکتے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان

کمیشن آف ثقافتی امور، شعبہ سمعی و بصری، الامارہ جہادی اسٹوڈیو

www.shahamat-movie.com
alemarahstudio@gmail.com